تعلّم

اور

جدید رجحانات

مضامین:

۱۔ تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی { TAXONOMY OF OBJECTIVES }

۲۔ تدریسی مقاصد INSTRUCTIONAL OBJECTIVE

۳۔ سوالات کا فن QUESTINING TECHNIQUE

۴۔ مختصر تدریس MICRO TEACHING

ادارۂ ترقی نصاب و توسیع تعلیم صوبہ سرحد

(ایبٹ آباد)

تعلیم

اور

جدید رجحانات

مضامین:

۱۔ تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی { TAXONOMY OF OBJECTIVES }

۲۔ تدریسی مقاصد INSTRUCTIONAL OBJECTIVE

۳۔ سوالات کا فن QUESTINING TECHNIQUE

۴۔ مختصر تدریس MICRO TEACHING

ادارۂ ترقی نصاب و توسیع تعلیم صوبہ سرحد

(ایبٹ آباد)

پیش لفظ

تدریس کو جدید خطوط پر استوار کرنے اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بڑھانے کیلئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اساتذہ کو نہ صرف مقررہ معیاد کے بعد باقاعدہ طور پر تجدیدی کورس کروائے جائیں بلکہ انہیں ایسا تدریسی مواد بھی مہیا کیا جائے جو اُن کی معلومات میں مسلسل اضافے کا موجب ہو۔ محکمہ تعلیم جو ہر عہدے اساتذہ کی اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے تجدیدی کورسوں کے انعقاد کیساتھ ساتھ تدریسی مواد کی طباعت کا اہتمام بھی کر دیا ہے۔ زیر نظر مجموعہ اسی کوشش کا ایک حصہ ہے۔

اس مجموعے میں چار ایسے موضوعات شامل کئے گئے ہیں جو اساتذہ کو جدید تدریسی تقاضوں کو بہتر طور پر سمجھنے اور انہیں دوران تدریس مؤثر طور پر استعمال کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی پر مختصر سا مضمون علم کے مختلف درجوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ تقسیم نہ صرف اساتذہ کو تدریس کے تدریجی تقاضوں سے روشناس کرتی ہے بلکہ انہیں اس امر سے بھی آگاہ رکھتی ہے کہ وہ اپنے فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

تدریسی مقاصد سے متعلق لکھی گئی سطور میں ان امور کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر ہمارے تدریسی مقاصد واضح نہیں ہوں گے تو ہمارا منزل پر پہنچنا یقینی نہیں ہوگا۔ ہمارے لئے تدریس کے صحیح طریقے کا انتخاب مشکل ہوگا اور ہمارے لئے تدریسی مواد کو درست طور پر مرتب کرنا دشوار ہوگا۔

تدریسی مہارتوں کو بہتر بنانے کیلئے آج کل مختصر تدریس کا طریقہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس طریق تدریس میں چند ایک طلباء چند ایک منٹوں تک زیر تربیت استاد کی ایک تدریسی مہارت سے اکتساب کرتے ہیں۔ یہ بظاہر تدریس کی ایک خود ساختہ صورتحال معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مختصر تدریس بھی حقیقی تدریس ہوتی ہے جسمیں باقاعدہ طور پر تعلم کا عمل ہوتا ہے۔ ہمارے تربیتی اداروں میں ابھی تک مختصر تدریس کو استعمال نہیں کیا گیا حالانکہ اساتذہ کی مختلف پیشہ ورانہ مہارتوں کو یکے بعد دیگرے ترقی دینے کے

لئے یہ ایک کامیاب اور موثر ذریعہ ہے۔

تدریس کے عمل میں سوالات کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جونہی علم حاصل کرنے یا اُسکو منتقل کرنے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ سوالات کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون میں سوالات وضع کرنے، پوچھنے، سوالات کے جوابات قبول کرنے، انہیں موثر طور پر استعمال میں لانے کے متعلق چند ایک عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

ادارہ ترقی نصاب و توسیع تعلیم صوبہ سرحد تدریسی مواد کا یہ مجموعہ ان توقعات کیساتھ اساتذہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے کہ وہ نہ صرف اس سے ممکنہ استفادہ کریں گے بلکہ کتاب کو بہتر بنانے کے لئے ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز سے مستفیض بھی فرمائیں گے۔

ڈپٹی ڈائریکٹر
ادارہ ترقی نصاب و توسیع تعلیم صوبہ سرحد
ایبٹ آباد

تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی

انگریزی زبان کا لفظ "ٹکسانومی" (TAXONOMY) بیالوجی کی اصطلاح ہے۔ جسے جانوروں کی نسلی، صفاتی، جماعتی تقسیم یا درجہ بندی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کے ذریعے جانوروں کی سائنس کے بارے میں معلومات مہیا کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ماہرین تعلیم نے اسی لفظ کو تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی کیلئے استعمال کیا ہے۔ اس درجہ بندی سے اساتذہ کو تدریسی عمل کو سمجھنے اور طلباء کے اکتسابی عمل کو جانچنے میں مدد ملتی ہے۔

تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی کی ابتداء ۱۹۴۸ء کو امریکہ میں بوسٹن کے مقام پر ہوئی جہاں چند ایک ممتحن حضرات امتحانی مسائل حل کرنے کی غرض سے اکٹھے ہوئے۔ یہ سب کالج کے اساتذہ تھے۔ کافی غور و خوض کے بعد اساتذہ کی یہ مجلس اس نتیجہ پر پہنچی کہ چونکہ تعلیمی مقاصد نصاب سازی اور امتحان کیلئے بنیاد فراہم کرتے ہیں اور پھر یہی مقام تعلیمی تحقیقات کا نقطہ آغاز بھی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان کی باقاعدہ طور پر درجہ بندی کر کے انہیں عام فہم بنایا جائے۔ اس سمت میں آنے والے کئی سالوں تک کام ہوتا رہا اور بالآخر تعلیمی مقاصد کو تین بڑے بڑے عنوانات میں تقسیم کر دیا گیا۔

۱:۔ اطلاع یا معلومات کا حصہ۔ (COGNITIVE DOMAIN)

۲:۔ استحسان یا جذبات کے اظہار کا حصہ (AFFECTIVE DOMAIN)

۳:۔ مہارتی یا عملی کام کا حصہ (PSYCHOMOTOR DOMAIN)

۱:۔ اطلاع یا معلومات کا حصہ (COGNITIVE DOMAIN)

علمی یا معلوماتی درجے کو سمجھنے کیلئے ماہرین نے اسے مزید چھ ذیلی درجات میں بانٹ دیا ہے تاکہ تدریسی عمل کے وہ تمام پہلو سامنے آجائیں جو یا تو اساتذہ کے پیش نظر نہیں ہوتے یا وہ انہیں جانتے ہی نہیں۔

ا۔ اطلاع یا معلومات (KNOWLEDGE)

دُنیا کے تقریباً تمام تعلیمی نظاموں میں تدریس کے معلوماتی حصّے کو بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ ہر اُستاد یہ توقع رکھتا ہے کہ جونہی کمرۂ جماعت میں تدریس کا پیریڈ ختم ہو اُس کے طلباء کے اندر معلومات کی مقدار اور نوعیت کے مطابق تبدیلیاں رونما ہو جاتیں۔ عام طور پر تدریس کے عمل میں طلباء کو معلومات بہم پہنچانے کو اوّلین اور بسا اوقات واحد تعلیمی مقصد تصوّر کیا جاتا ہے۔ تقریباً ہر نوع کے کورس میں تعلیم کے معلوماتی حصّے کو بیحد اہمیّت حاصل ہے۔ معلوماتی حصّے سے عموماً یہ مُراد لی جاتی ہے کہ طالب علم جتنے مواد کو یاد رکھ سکے اور پھر امتحانی ضرورت کے وقت یا تو اُس مواد کو بیان کر سکے یا پرچے میں لکھ سکے۔

طلباء کے کمرۂ جماعت میں جو معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں اُن کی ممکنہ تفصیل بیان کرنا وقت طلب مسئلہ ہے کیونکہ یہ ایک وسیع سلسلہ ہے تاہم معلوماتی حصّے کے مفہوم سے واقفیت دلانے کی غرض سے ذیل میں دو عنوانات سے تحت توضیحی الفاظ درج کئے جاتے ہیں۔ جو بڑی حد تک تعلیمی مقاصد کی تفہیم میں مددگار ثابت ہوں گے۔ علم کا معلوماتی حصّہ گو بیحد وسیع ہے۔ لیکن تدریسی نکتۂ نگاہ سے یہ پست ترین درجے کا علم تصوّر کیا جاتا ہے۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل سے
عمومی اصطلاحات سے واقفیت۔ خصوصی حقائق سے آگاہی۔	تعریف کرنا، مطلب بیان کرنا
قواعد و ضوابط سے واقفیت	شناخت کرنا، گنوانا، برابر ٹھہرانا
طریقہ و کار سے واقفیت	موسوم کرنا، بیان کرنا، ظاہر کرنا
بُنیادی تصوّرات سے آگاہی	بتانا، انتخاب کرنا۔

ب۔ ادراک یا تفہیم (COMPREHENSION)

ادراک یا تفہیم بھی کم درجے کا تعلیمی عمل ہے تاہم یہ عمل اطلاعی یا معلوماتی عمل سے بہتر

تصوّر کیا جاتا ہے۔ تفہیم سے مُراد کسی موضوع یا مسئلے کو سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ اس صلاحیت کو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک انسان جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اُسے سمجھ رہا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ سمجھ رہا ہے اُسے دہرا بھی سکے گا اور بوقتِ ضرورت ان معلومات سے مضمرات بیان جانتے بغیر اُن کا استعمال بھی کر سکے گا۔

تفہیم و ادراک کے ذہن میں جو اکتسابی حدود آتے ہیں اُن میں ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا تشریح کرنا، خلاصہ بیان کرنا۔ تحریری و تقریری مواد میں اضافہ کرنا، نتیجہ نکالنا وغیرہ شامل ہیں۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
حقائق اور اُصولوں کو سمجھنا۔	تمیز کرنا ، پھیلانا
زبانی و تحریری مواد کو بیان کرنا۔	مختصر کرنا ، تبدیل کرنا۔
گراف یا نقشہ جات کی تشریح کرنا	تعمیم کرنا ، توضیح کرنا۔
تخمینہ لگانا۔	تفصیل بیان کرنا ، نتیجہ اخذ کرنا۔
کسی طریق یا طریقہ ہائے کار کی تائید کرنا	خلاصہ لکھنا ، پیش گوئی کرنا۔
غیر محدود مواد کو ریاضی کے کلیوں کے تحت لانا۔	

ج۔ اطلاق :۔ (APPLICATION)

علمی یا معلوماتی درجے کی تیسری جنس "اطلاق" ہے۔ لفظ اطلاق سے مُراد یہ ہے کہ طالب علم نے جو کچھ سیکھا اور سمجھا کیا وہ اُس کو ٹھوس اور مخصوص حالتوں میں استعمال میں لا سکتا ہے یا نہیں۔ کیا وہ ایک عنصر میں تبدیلی کی بدولت اُس توازن کے بگڑنے کی پیش گوئی کر سکتا ہے جو توازن اُس نے دو عناصر کے باہمی عمل سے مشاہدہ کیا تھا۔ اطلاق سے عمل کو عام طور پر قوانین، طریقوں، تصورات، اُصولوں اور نظریات میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ تحصیلِ علم کے اِس درجے کیلئے ذہنی اُپچ درجے

کے فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
قوانین کا نئی صورت حال میں استعمال	اطلاق کرنا ، دریافت کرنا
تصورات کا نئے حالات میں اطلاق۔	تعمیم کرنا ، مظاہرہ کرنا
نظریات اور اصولوں کا عملی زندگی میں استعمال۔	حل کرنا ، شمار کرنا
ریاضی کے مسائل کا حل	سلجھانا ، استعمال کرنا۔
گراف و نقشہ جات کا خود بنانا۔	عمل کرنا ، تیار کرنا۔
	پیشین گوئی کرنا۔ تعلق قائم کرنا۔

د۔ تحلیل و تجزیہ (ANALYSIS)

تحلیل و تجزیے کے عمل میں طالب علم کسی گفتگو، بیان یا پیغام کو اس کے چھوٹے چھوٹے حصوں میں اس طرح بانٹتا ہے جس سے جملے کی وضاحت بھی ہو جائے اور اس کے اندر بیان کردہ واقعات کی صحت بھی برقرار رہے۔ اس عمل میں بیان کے مختلف حصوں کی شناخت، ان کے باہمی تعلق کا تجزیہ اور ان کو منظم کرنے والے اصولوں کی نشاندہی شامل ہے۔ تحلیلی و تجزیاتی عمل ایک اعلیٰ ذہنی عمل ہے اور علم کا یہ درجہ معلومات، ادراک اور اطلاق کے درجوں سے بلند ہے۔

تمام تخلیقی سرگرمیوں میں خواہ وہ تحریری ہوں یا تقریری یہ عمل کارفرما ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام ایجادات تخلیقات اور تخلیقات کم و بیش اسی عمل کی بدولت معرض وجود میں آتی ہیں۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
حقائق اور مفروضوں میں تمیز کرنا	نتیجہ اخذ کرنا ، تجزیہ کرنا۔
کسی ڈھانچے کا تجزیہ کرنا	جدا کرنا ، خاکہ تیار کرنا۔

(فن تحریر، تقریر، موسیقی) — شناخت کرنا، انتخاب کرنا۔

مفروضوں کو پرکھ کر صحیح یا غلط قرار دینا۔ — ذیلی تقسیم کرنا، تشریح کرنا۔

اعداد و شمار کی صحت کا اندازہ لینا۔

ف :- انضباط یا امتزاج - (SYNTHESIS)

انضباط کے معنی سے مُراد کسی مواد سے منتشر عناصر کو منتشکل کرنا یا ترتیب میں کر کے ایک نیا کچھ تیار کرنا ہے جو اُس صورت میں پہلے سے وہاں موجود نہیں تھا۔ یہ عمل ایک بلند ذہنی عمل ہے۔ اس قسم کی سرگرمی سے نہ صرف تخلیقی کام سرانجام پاتے ہیں بلکہ تحقیقاتی منصوبے بھی وجود میں آتے ہیں۔ اس عمل سے خلاقیت کا فن پرورش پاتا ہے اور اعلیٰ تخلیقات کے نادر نمونے جنم لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مفروضات کو جانچنے کی استعداد بھی پیدا کرتا ہے۔ عمل انضباط کا ذہنی کی بہبود سے [illegible] تعلق ہے۔ اسکے ذریعے علم و ریاضی کی عمدہ اقتوں کو مرکب کر کے قابل شناخت سے [illegible] کرنے میں مدد لے سکتے ہیں۔

کتابی حدود

کسی دیئے گئے موضوع پہ مضمون لکھنا

کسی موضوع پہ تقریر کرنا

کوئی کہانی یا نظم لکھنا

موسیقی کی دھن تیار کرنا۔

کسی موضوع پہ مصوری کرنا

حاصل کردہ علم کے ذریعہ مسائل حل کرنا

واقعات و اشیاء کی درجہ بندی کرنا

عمل یا تجربہ کیلئے منصوبہ بندی کرنا

تدریسی حدود

تحریر کرنا، تقریر کرنا

مرتب کرنا، تخلیق کرنا

منظم کرنا، تجویز کرنا

مختصر کرنا، تصور کرنا

[illegible]

درجہ بندی کرنا۔

خاکہ بنانا یا تیار

ل:- جائزہ (EVALUATION)

جائزے کا عمل طلباء کی اُس صلاحیت کو جانچنا ہے جس میں وہ کسی مسئلے یا بیان کو کسی دیئے ہوئے معیار پر پرکھتے ہیں۔ مواد کو پرکھنے کا معیار کسی مخصوص اور مقررکردہ اصول سے مطابق ہوتا ہے تاہم جانچ کا طریقہ داخلی اور خارجی دونوں نوعیتوں کا ہو سکتا ہے۔ داخلی معیار خالص علم کا اپنا ذاتی معیار ہوتا ہے۔ داخلی معیار کی جانچ اس بات کی متقاضی ہے کہ مواد کی صحت و درستگی کو منطقی سلسلے سے پرکھا جائے۔ یعنی کہنے اور بولنے والے کے کام میں استقامت ہے؟

کیا اظہارِ خیال کی ترتیب درست ہے؟ اور کیا پیش کردہ مواد سے نتائج منطقی طور پر نکلے ہیں؟

خارجی معیار کسی دوسرے شخص یا ادارے کا مقرر کردہ ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں پیش کیے پیمانے کا طریقہ، اصول اور معیار اس طرح وضع کیے جائیں جن سے مخصوص نوعیت کے مواد کو جانچنا مقصود ہو۔ اس قسم کے جائزے میں مواد کی درجہ بندی کر لی جاتی ہے تاکہ جائزے کا مناسب معیار قائم رکھا جا سکے۔ تاریخی، ریاضیاتی، معاشرتی علوم اور دیگر مضامین کا جائزہ انہی مضامین کے مخصوص پیمانوں سے لیا جاتا ہے۔ علمی و معلوماتی حصے میں جائزے کا عمل اکتسابِ علم کا سب سے آخری درجہ ہے

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
داخلی معیار کے ذریعہ کسی کام کو پرکھنا (تحریر، تقریر، فنِ موسیقی)	"تنقید کرنا"، پرکھنا۔
	موازنہ کرنا، نتیجہ نکالنا۔
خارجی معیار کے ذریعہ کسی کام کو پرکھنا (تحریر، تقریر، فنِ موسیقی)	وضاحت کرنا، ثابت کرنا۔
	"تائید کرنا"، اختلاف کرنا۔

۲۔ استحسان یا جذبات کے اظہار کا حصّہ (AFFECTIVE DOMAIN)

ہم سب اس بات سے آگاہ ہیں کہ تعلیم کا سب سے بڑا مقصد طلباء کے رویّوں میں مطلوبہ تبدیلیاں لانا ہے۔ اسطرح تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی دراصل طلباء کے رویّوں کی درجہ بندی ہوگی۔ اگر ہم اسکول کے مختلف مضامین کے نصاب (CURRICULUM) اُٹھا کر دیکھیں تو ہمیں ہر نصاب کے شروعات میں کچھ مقاصد درج نظر آئیں گے۔ یہ مقاصد چند ایک درجات میں منقسم ہوں گے۔ یہی درجات مقاصد کی درجہ بندی کہلاتے ہیں جس پر اس مضمون میں بحث کی جارہی ہے ذیل میں مثال کے طور پر چند ایک مقاصد بیان کئے جارہے ہیں جو مختلف مضامین کے نصاب یا کیریکولم سے لئے گئے ہیں۔ ہر مقصد کسی نہ کسی رویّے کی نشاندہی کرتا ہے۔

- طلباء میں سائنسی انداز فکر پیدا کرنا۔ (فزکس نہم و دہم)
- طلباء میں مسائل کو حل کرنے کیلئے تحقیق و تجسس کا جذبہ پیدا کرنا (کیمسٹری نہم و دہم)
- طلباء کی معاشرے کیساتھ مطابقت پیدا کرنے کیلئے
  جذباتی طور پر متوازن شخصیت بنانا۔ (بیالوجی نہم و دہم)
- طلباء میں مطالعہ کی عادت راسخ کرنا۔ (اردو اوّل تا ہشتم)
- طلباء میں وطن سے محبت پیدا کرنا۔ (" " ")
- طلباء میں ملک کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔ (پاکستان سٹڈیز نہم و دہم)

ایسے تمام مقاصد جن میں عزّت و احترام، محبّت، محنت، دلچسپی، عادت جذبہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں کسی نہ کسی رویّے (BEHAVIOUR) کو ظاہر کرتے ہیں۔ رویّہ طالب علم کے جذبات کا ایک سلسلہ ہے۔ یہ سلسلہ کمرہ جماعت میں دورانِ تدریس ایک طالب علم کے غیر معلوم ردِّ عمل سے شروع ہوکر ایک معلوم مثبت یا منفی ردِّ عمل پہ جاکر ختم ہوجاتا ہے۔ ماہرینِ تعلیم طالب علم سے اس جذباتی عمل کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ سلسلہ مثبت اور مطلوبہ تبدیلیوں کے لئے استعمال میں لایا جائے۔ مقاصد کی درجہ بندی میں اسے علم کا استحسانی یا جذباتی حصّہ کہتے ہیں۔ اس حصّے کو آگے پانچ ذیلی درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔ توجہ دینا (RECEIVING)

کمرۂ جماعت میں اُستاد کی تدریس کا آغاز طلبا کے لیے ایک پیغام ہوتا ہے۔ جونہی یہ پیغام طلبا تک پہنچتا ہے وہ گوش برآواز ہو جاتے ہیں۔ اُستاد کا پیغام طلبا کو اُستاد کی اُس منزل پر لے آتا ہے۔ جہاں وہ اُستاد کی بات کو سننے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ دیدہ محض سماعت کا زینہ ہوتا ہے جہاں پر ایک خفیف سا ردِعمل ہوتا ہے۔ اِس حالت کو ہم سماعت کے لیے آمادگی اور اُستاد کے پیغام پر توجہ دینے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اکتسابی مقصود	تدریسی عمل
توجہ سے سننے، آگاہی کا اظہار کرنا، حساسیت اور مسائل سے اثر لینا۔	پوچھنا، شناخت کرنا، معلوم کرنا، جواب دینا، استعمال کرنا، انتخاب کرنا، پیروی کرنا۔ نام رکھنا۔
جماعتی مشاغل پر کلی طور توجہ دینا	

ب۔ جواباً عمل کرنا (RESPONDING)

طلبا کے استخباراتی عمل کی دوسری منزل "جواباً عمل" کی ہے۔ اس مرحلے پر طلبا توجہ دینے کے درجے سے کچھ آگے بڑھ کر جوابی عمل کی سطح پر پہنچتے ہیں۔ جوابی عمل کی پہلی کڑی طلبا کی چُپ چاپ رضامندی ہوتی ہے۔ جہاں وہ اُستاد کی بات سننے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اُستاد اگر انہیں کوئی سوال پوچھنے یا انہیں کوئی سوال حل کرنے کہے یا انہیں کتاب پڑھنے کہے تو وہ بلا چوں وچراں اُستاد کا حکم مانتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اُستاد انہیں کرنے کو کہے۔ یہ اطاعت گزاری طلبا وہ خوف کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد کسی سلسلے میں طلبا ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں وہ جوابی عمل میں تسکین محسوس کرتے ہیں۔ یہ حالت جذباتی حالت ہوتی ہے۔ اس حالت میں طلبا لطف اندوز ہونے کی خاطر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ صورتحال علم کے اکتسابی حصے میں کافی حوصلہ افزا سمجھی جاتی ہے۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
تفویض کردہ کام کرنا۔	مشق کرنا۔ پڑھنا۔
تجربات کی تکمیل کرنا۔	لکھنا، پیش کرنا۔ بتانا۔
بحث و تمحیص میں حصّہ لینا	بحث کرنا۔ انتخاب کرنا۔
اسکول کے قوانین کا احترام کرنا	خیر مقدم کرنا۔ تعریف کرنا۔
اہم کاموں کیلئے اپنی خدمات پیش کرنا	گنوانا۔
پڑھنے لکھنے میں دلچسپی لینا۔	
دوسروں کی مدد کرنے کے لطف اندوز ہونا	

ج۔ قدر وابستہ کرنا (VALUING)

علم کے استحصالی عمل کے اس درجے پر طلباء تدریس و تعلّم کیساتھ کوئی خوبی یا خامی وابستہ کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی مضمون کو اچھا، بُرا، غیر دلچسپ وغیرہ نام دیتے ہیں۔ اس مرحلے پر کثرت سے داخلی عمل ہوتا ہے اور چونکہ یہ داخلی عمل کافی پیچیدہ بھی ہوتا ہے لہٰذا اس عمل کیساتھ قدریں پیوستہ ہوجاتی ہیں۔ اس تمام تر عمل میں پہلے تو کسی چیز سے تبھی ہونے کو قبول کیا جاتا ہے۔ بعد میں ایک شے کو دوسری شے پر ترجیح دینے کا مقام آتا ہے اور بالآخر سپردگی کا نقطہ آتا ہے۔ جہاں فرد مکمّل طور پر کسی ایک کام میں اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے جس کا اظہار وہ اپنے ظاہری عمل سے بھی کرتا ہے۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
اچھی چیز کی تعریف کرنا	ترتیب دینا۔ امتیاز کرنا۔
کسی شے پر اپنے یقین کا عملی مظاہرہ کرنا	مظاہرہ کرنا۔ وضاحت کرنا
دوسروں کی بہبود سے تعلق ظاہر کرنا	مکمّل کرنا۔ مدعو کرنا

مسائل کے حل کیلئے عملی مظاہرہ کرنا
سماجی ترقی کیلئے خدمت گزاری کا مظاہرہ کرنا

راستہ دینا، دلائل پیش کرنا۔
مطالعہ کرنا۔ بیان دینا۔
تقسیم کرنا۔ انتخاب کرنا۔

د۔ تنظیم و ترتیب (ORGANIZATION)

استحصالی سلسلے میں قدر وابستہ کرنے کے بعد اُن کو مجتمع کرنے کا درجہ آتا ہے۔ اس نکتے کو ہم اقدار کو راسخ کرنے کا مقام بھی کہہ سکتے ہیں۔ جس سے انسانی تعلقات کو بہتر بنانا مقصود ہوتا ہے۔ بعد ازاں قدروں کو منظم کرنے کا عمل شروع ہوتا ہے اور ضابطے وجود میں آتے ہیں۔ قدروں کے یہ ضابطے فرد سے شروع ہو کر کنبہ، قوم اور بالآخر دنیا کی مختلف قوموں کیلئے لائحہ عمل بن سکتے ہیں۔

اکتسابی حدود

جمہوریت میں آزادی اور ذمہ داری کے درمیان توازن کی ضرورت کو جاننا۔
اپنے طرزِ عمل کی ذمہ داری قبول کرنا
مسائل کے حل میں منضبط طریقۂ کار کی اہمیت کو پہچاننا۔
اپنے اختیارات کی حدود کو سمجھنا اور قبول کرنا

تدریسی عمل

منظم کرنا۔ مخلوط کرنا۔
ترمیم کرنا۔ تقسیم کرنا۔
درست کرنا۔ ثابت قدم رہنا۔
توضیح کرنا۔ مرتب کرنا۔

ل۔ خصلت سازی (CHARACTERIZATION)

استحصالی عمل کا پانچواں اور آخری مرحلہ خصلت سازی ہے۔ انسان لمبے عرصے تک کسی مخصوص رویے کی پیروی کرتے ہوئے ایک عادت سی بنا لیتا ہے۔ اس مخصوص طرزِ زندگی میں سچ یا جھوٹ بولنا، بے جا تنقید کرنا۔ طنز و مزاح اور دیگر عادات شامل ہیں۔ اس صورتِ حالات میں فرد تمام

مسائل کو ایک مخصوص نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے لیکن وہ اپنے تجربات اور فیصلوں کو شہادتوں کی روشنی میں ہر وقت تبدیل کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ رویّے کی یہ نوع ذاتی ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد لچکدار ہوتی ہے اور تدریسی عمل کے لئے مفید بھی۔ خصلت سازی کے سلسلے میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں انسان کا رویّہ اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ وہ اُسے زندگی گزارنے کا فلسفہ بنا لیتا ہے۔ ایسے حالات میں عام طور پر لوگ کسی انسان کے کردار یا سیرت کا حوالہ دیتے ہیں۔

اکتسابی حدود	تدریسی عمل
خود اعتمادی کا اظہار	عمل پیرا ہونا۔ متاثر ہونا
مسائل کے حل میں معروضی طریقۂ کار کا	سرانجام دینا۔ قبول کرنا۔
استعمال کرنا۔	نظر ثانی کرنا۔ خدمت کرنا۔
ذاتی تنظیم، محنت اور پابندی اوقات	استعمال میں لانا۔ تصدیق کرنا۔
کا مظاہرہ کرنا۔	جدا کرنا۔ ظاہر کرنا۔
صحت مند، اعلیٰ وارفع عادات	ترمیم کرنا۔
اختیار کرنا۔	

۳۔ مہارتی یا عملی کام کا حصّہ (PSYCHOMOTOR DOMAIN)

مقاصد کی درجہ بندی کے سلسلے کا تیسرا حصّہ مہارتی یا عملی کام کا ہے (MOTOR SKILLS) اس حصّے کے تمام تر تعلیمی مقاصد انسانی جسم کے پٹھوں کی حرکت سے متعلق ہیں۔ ان کی تمام تر حرکات مرکزی اعصابی نظام کے تحت ہوتی ہے جسے انگریزی میں سنٹرل نروس سسٹم یا مختصراً سی این ایس کہتے ہیں۔ مخصوص تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی کرتے وقت درج ذیل سرگرمیاں اور مشاغل مہارتی یا عملی کام کے حصّے میں آئیں گی۔

- جسمانی تعلیم کا سارا عملی نصاب

- تکنیکی نصاب کا عملی حصّہ ۔
- تخریبی کام
- تقریبی مقابلے
- ہر قسم کے جسمانی کھیل ۔
- ڈرلیں
- اسکاؤٹنگ سادہ حصّہ جو جسمانی مظاہروں پر مشتمل ہے ۔
- ٹریفک کے قواعد کی عملی مشق
- زراعتی نصاب کا عملی حصّہ ۔
- متفرق دیگر عملی کام ۔

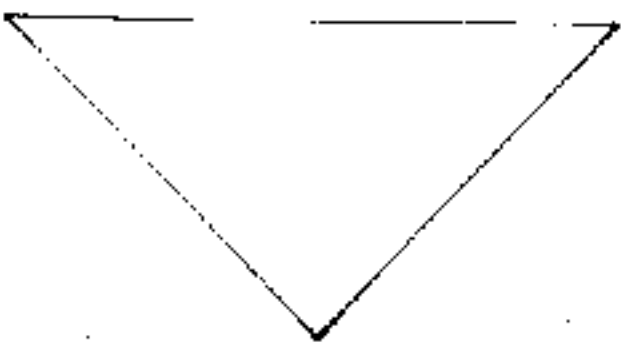

تدریسی مقاصد

ماہرینِ تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ تعلیم کا بڑا مقصد طلبہ کے رویّوں میں مطلوبہ تبدیلیاں لانا ہے۔ اگر ہم اس بیان کی مزید وضاحت کرنا چاہیں تو ہمیں یوں کہنا پڑے گا کہ۔

"تدریسی عمل اُسی حد تک مؤثر ثابت ہو سکتا ہے جس حد تک وہ :-

ا۔ طلباء کے اندر تبدیلیاں پیدا کرے۔

ب۔ مطلوبہ تبدیلیاں۔

ج۔ نہ کہ غیر مطلوبہ تبدیلیاں۔

اگر تدریسی عمل طلباء میں تبدیلیاں نہیں لا سکتا تو وہ غیر مؤثر عمل ہے اور اگر وہ طلباء کی غیر مطلوبہ سمتوں کی جانب رہنمائی کرتا ہے تو اب تدریسی عمل بھی غیر مطلوبہ اور غیر مؤثر ہے بلکہ نقصان دہ ہے۔ ماہرینِ تعلیم نے تدریس کو جانچنے کے لئے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ :-

"تدریس اُسی درجے تک تفویض کردہ کام سرانجام دے جس درجے تک اسے کام کی انجام دہی کے لئے اُسے اختیار کیا گیا ہے۔"

تعلیم و تربیت کے عمل کیلئے جب ماہرین یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ طلباء کو فلاں مواد پڑھانا ہے تو پھر وہ اس عمل کو کامیاب بنانے کیلئے مختلف مشاغل اختیار کرتے ہیں۔

اوّلاً وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جو مواد طلباء کو پڑھانا مقصود ہے فی الواقع اُس مواد کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔

دوئم۔ وہ اس امر کا فیصلہ کرتے ہیں کہ جو علم طلباء کو بذریعہ تدریس منتقل کیا جانا ہے اُس کے مقاصد کیا ہیں؟

سوئم۔ وہ اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ مطلوبہ مواد یا مضامین کو پڑھانے کے لئے

کون سے طریقہ ہائے تدریس اختیار کیے جائیں ؟

چہارم ۔ وہ امتحان یا جائزے کا طریق وضع کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ آیا انہیں مطلوبہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں یا نہیں ؟

آیئے تدریس کے اس عمل کو عام زندگی کی ایک سادہ سی مثال کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کریں ۔

- ہم کہاں جانا چاہتے ہیں ۔
- ہمیں کون سے ذریعے وہاں جانا ہوگا ۔
- آیا ہم منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں یا نہیں ۔

دنیا کے تمام چھوٹے بڑے کام کسی نہ کسی مقصد کے تحت سرانجام دیئے جاتے ہیں ۔ یہ مقاصد قلیل کبیر ، محدود یا غیر محدود ، واضح یا غیر واضح ، طویل المدت یا قلیل المدت ، ہر نوعیت کے ہو سکتے ہیں ۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ کوئی کام بلا مقصد سرانجام دیا جا رہا ہے ۔ ہر کام کیلئے مقصد لازمی شرط ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو ، ظاہری ہو یا مخفی ہو ۔ چھوٹا ہو یا بڑا ہو ۔ چونکہ دنیا کا کوئی کام مقاصد کے بغیر سرانجام نہیں دیا جاتا ۔ اس لیے تدریسی عمل میں مقاصد کے تعین کی اہمیت سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو ۔ اس سے قبل کہ ہم بیان کردہ مقاصد کی خصوصیات کی تشریح کی جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "مقاصد" کی صحیح تعریف جان لی جائے ۔

"مقاصد سے مراد ایسے کام کی بجا آوری کا تذکرہ ہے ۔ جسے ہم اپنے طلباء سے کروانے کی توقع رکھتے ہیں ۔"

دوسرے الفاظ میں "مقاصد" ان متوقع نتائج کا نام ہے جو ہمیں طلباء سے بعد از تدریس حاصل ہوتے ہیں ۔ تدریس کا عمل ہرگز مقاصد نہیں کہلاتا بلکہ یہ مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے ۔ مقاصد کے بیان کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن یہاں ان میں سے صرف تین کا تفصیلی تذکرہ کیا جا رہا ہے ۔

۱۔ مقاصد کا واضح ہونا

"تدریس کیلئے مقاصد کا واضح طور پہ بیان کرنا بے حد ضروری ہے"

اگر تدریسی مقاصد واضح طور پہ بیان نہ کئے گئے ہوں تو ہم نہ طریقہ ہائے تدریس کا صحیح انتخاب کر سکیں گے اور نہ ہی تدریسی مواد کو درست طور پہ مرتب کر سکیں گے اگر آپ کو یہ ہی نہ پتہ ہو کہ آپ کو کہاں جانا ہے تو آپ کے لئے وہاں پہنچنے کے کسی ذریعے کا انتخاب دشوار ہو گا۔ ایک معلم جس کو اس وقت تک اوزاروں کا درست انتخاب نہیں کر سکتا جب تک اسے یہ پتہ ہو کہ اسے کس قسم کا پرزہ بنانا ہے۔

ایک معلم اس وقت تک صحیح تعمیری مواد کا انتخاب نہیں کر سکتا جب تک اس کے پاس تعمیر ہونے والے مکان کا نقشہ موجود نہ ہو۔

۲۔ نتائج کا حصول

"تدریسی مقاصد کے بیان کرنے کی دوسری اہم وجہ اس امر سے متعلق ہے کہ آیا ہمیں تدریس سے وہ کچھ حاصل ہو گیا ہے جو کچھ ہم چاہتے تھے۔ امتحان درحقیقت تعلم سے ملنے سے سنگ میل ہیں۔ یہ اساتذہ اور طلباء کو صرف یہ بتا سکتے ہیں کہ انہیں کسی مخصوص کورس سے متعین کردہ مقاصد حاصل ہوئے ہیں یا نہیں۔ جب تک اساتذہ اور تلامذہ کے ذہنوں میں تدریسی مقاصد واضح نہیں ہوتے۔ نہ تو امتحان اتنا بی عمل میں کوئی تعمیری کردار ادا نہیں کر سکتے۔ نہ ہی اس غرض سے بنائے جاتے ہیں کہ تدریس سے ہمیں خاطر خواہ نتائج حاصل ہوئے ہیں یا نہیں۔ تدریس سے اس وقت تک ہمیں مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے جب تک ان نتائج کا حصول مقاصد کے طور پہ ہمارے پیش نظر نہ ہو۔

۳۔ تدریس کے ذرائع منظم کرنا

"تدریسی مقاصد کو واضح طور پہ بیان کرنے کی تیسری اہم وجہ طلباء کو تعلم کے دوران (مقاصد کے حصول کیلئے) مختلف ذرائع کو منظم کرنے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اساتذہ کے علاوہ، طلباء کے پیش نظر

بھی تدریسی مقاصد ہوں تو وہ اپنے طور پر ایسے تعلیمی مشاغل اختیار کر سکتے ہیں جس سے تعلّم کا عمل زیادہ مؤثر بن سکتا ہے اور اُن کا حصول بھی زیادہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تدریسی مقاصد سے بیان کرنے کی درجنوں بنیادی وجوہات سے علاوہ اور بھی کئی ایک چھوٹی چھوٹی وجوہات ہیں۔ مثلاً :-

- کون سا مواد پڑھانے کے قابل ہے۔
- کس قسم کے مواد کی تدریس پر کتنا وقت صرف کیا جائے۔
- کسی مخصوص کورس کی تکمیل کے لئے اور کس کوششیں کی جائیں۔

اچھے تدریسی مقاصد کی خصوصیات

۱۔ ایک اچھے تدریسی مقصد کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں طلباء کیلئے عمل کرنے کا پہلو موجود ہو عمل ایک ظاہری شئے ہے۔ اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے لکھنا، پڑھنا، مرمت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ عمل باطنی بھی ہو سکتا ہے جیسے سمجھنا، حل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ ہم طالب علم کے ذہن میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ایسے حالات میں یعنی باطنی عمل کی صورت میں ہمیں قیاس یا اندازہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مقاصد کے تعین سے اجتناب کیا جائے جس میں طلباء کے باطنی عمل کا دخل ہو۔ جمالیاتی حس بیدار کرنا، قوتِ متخیّلہ کی نشوونما کرنا۔ اندازہ لگانا، ادراک حاصل کرنا۔ تعریف کرنے کے قابل بنانا۔ یہ تمام ایسے بیانات ہیں جن کی کیفیت بیان کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور ہو گی۔ لیکن مقصد کے تعین میں یہ بیانات ظاہری عمل کے نقاضے پورے نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اگر ہم اپنا بیان ایسا وضع کریں کہ :-

جماعت چہارم کے طلباء حرارت کا سبق ختم ہونے پر اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ :-

- حرارت کو بیان کر سکیں۔
- حرارت کی پیمائش کر سکیں۔
- مختلف قسموں کے تھرمامیٹروں میں امتیاز کر سکیں۔
- انسان کے درجہ حرارت کی پیمائش کر سکیں۔

۲۔ عمدہ طور پر بیان کردہ تدریسی مقاصد کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ طالب علم یا سیکھنے والے کی ہو بہو تصویر قاری کے سامنے کھینچ دے، یعنی تصویر جو مقصد بیان کرنے والے کے اپنے ذہن میں تھی۔ مقاصد کے بیان کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ مقاصد سے سامعین دو تہائی ایک سے زیادہ معانی نہ اخذ کر سکیں۔

بدقسمتی سے ہمارے پاس بے شمار ایسے الفاظ ہیں جن سے کئی کئی معانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ یہ الفاظ عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن جس وقت ہم ان کو مقاصد بیان کرنے کے لئے ایک مخصوص عمل کے واسطے استعمال کرتے ہیں تو وہ اس عمل کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر جب ہم یہ جملہ لکھتے ہیں کہ "طلبا یہ جان سکیں" تو اس ترکیب سے ہمارا مطلب پورا نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس جملے سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ طلبا پڑھ سکیں۔ حل کر سکیں یا کچھ بنا سکیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ "طلبا جان سکیں" بہت ہی کم بتانے کے برابر ہے کیونکہ جاننے کے الفاظ کے بہت سے معانی ہو سکتے ہیں۔ جب تک آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ جاننے سے آپ کی مراد یہ ہے کہ طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ یہ کر سکیں وہ کر سکیں۔" آپ کا مدعا واضح نہیں ہوگا۔ اور مدعا واضح نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس نے آپ کے مدعا کو بہت ہی کم حصہ سننے والے تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ عملی طور پر مطلع کرنے والا مقصد وہ ہوتا ہے جو طلبا کی مطلوبہ کارکردگی کو صاف طور پر بیان کرے اور جس سے غلط تعبیر نہ لی جائے یا جس سے غلط معانی نہ اخذ کئے جا سکیں۔

مقاصد کے وضع کرنے میں انگریزی کا ایک لفظ UNDERSTAND جس کا ترجمہ ہم ادراک یا تفہیم کے الفاظ سے کرتے ہیں اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا لفظ اس طرح استعمال ہوا ہو۔ روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ میں بھی یہ بہت خوبصورت لفظ ہے۔ لیکن یہ لفظ خالصتاً داخلی عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم اس وقت تک یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں بات زید، عمر، بکر سمجھ گیا ہے۔ جب تک ہم زید، عمر، بکر

کو اُن کی تفہیم کی مُت سبت سے عمل کرتا ہُوا نہیں دیکھ سکتے ۔

تدریس کے مقاصد وضع کرنے کی ایک اپنی زبان ہے جس میں "طلبا ۔۔۔ کے قابل ہو جائیں گے" کی ترکیب خصوصی طور پر استعمال کی جاتی ہے ۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ تفہیم اور ادراک سے الفاظ کے ساتھ "طلبا ۔۔۔ کے قابل ہو جائیں گے" کی ترکیب لگا کر مقصد کو ظاہری بنانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے ۔ ایک داخلی عمل کی خصوصیت رکھنے والے لفظ کے ساتھ "طلبا ۔۔۔ کے قابل ہو جائیں گے" کی ترکیب لگا کر اسے ۔۔۔ ظاہری معاملہ نہیں بنایا جا سکتا ۔

قابلِ مُشاہدہ عمل کو ظاہری یا ظاہری عمل کہتے ہیں ۔ جیسے دوڑنا ، لکھنا ، چلانا ، توڑنا وغیرہ ۔ ناقابلِ مُشاہدہ عمل کو داخلی عمل کہتے ہیں جیسے سمجھنا ، ادراک کرنا ، یاد کرنا ۔ حل کرنا وغیرہ ۔

سوالات

(QUESTIONING)

سوالات کی اہمیت :-

اپنی دنیا کا فہم حاصل کرنے اور اس پر قدرت حاصل کرنے کا ڈھنگ سیکھنے کے لئے سب سے بڑا ذریعہ سوالات ہیں۔ بچے جونہی ہوش سنبھالتا ہے اور اس کی زبان چلنے لگتی ہے وہ بڑوں سے سوالات پوچھتا ہے۔ وہ بار بار سوالات پوچھتا ہے مثلاً یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ یہ کب ہوگا؟ وہ کون ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اپنی دن بدن پھیلتی ہوئی دنیا کو معقول طور پر سمجھنے اور اس کے ساتھ نباہ کرنے کے طریقے سیکھنے کے لئے بچے کے پاس سب سے آسان اور مؤثر ذریعہ اس کے یہی سوالات ہیں۔ یہ سوالات بچوں کی فطرتی پیاس سمجھتے ہیں بڑوں کو ان سوالات پر ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ بچہ اپنے بڑوں پر سوالات کی بوچھاڑ اس لئے کرتا ہے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کی نسبت دنیا کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے مدرسوں میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں زیادہ تر سوالات معلم پوچھتا ہے اور طلبا جواب دیتے ہیں۔ یہ سوالات علم عطا کرنے کے لئے پوچھے جاتے ہیں۔ سوالات کی مدد سے طلبا کی توجہ کسی کو جگایا جاتا ہے اور اسے مناسب راستوں پر چلایا جاتا ہے۔ بعض معلمین صرف یہ معلوم کرنے کے لئے سوالات پوچھتے ہیں کہ بچوں نے کیا کچھ رٹ رکھا ہے انہیں بچوں کی ذہنی قوتوں کی نشوونما اور فہم سے چنداں واسطہ نہیں ہوتا۔ مگر جدید نظریات اس کے قائل نہیں وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بچوں کے فہم کو ترقی دی جائے۔

تدریس میں سوالات کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ نہ صرف تدریسی سرگرمیوں کو تقویت دیتے

ہیں۔ بلکہ تدریس کو مؤثر بھی بناتے ہیں۔ تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے۔ اور ذہنی نشوونما کا مؤثر وسیلہ سوالات ہیں۔ سوالات کے ذریعے سقراط نے اپنی یونان میں غور و فکر اور استدلالی قوتوں کو فروغ دیا۔ سلمن (SALMON) کا کہنا ہے کہ طلبہ اور نفس سوالات کرنے والا ناقص معلم ہوتا ہے طلبا میں ان سوالات کے ذریعے مزید معلومات کی خواہش پیدا کی جا سکتی ہے اور طلبا کا معلم سے تعاون و اشتراک پیدا ہوتا ہے اور یہی تعلق طلبہ کی تعلیمی الجھنوں کو حل کرنے میں بڑی معاونت کرتا ہے۔ سوالات کی مدد سے طلبہ کی صلاحیتوں کا علم حاصل ہوتا ہے خصوصاً ان کی سابقہ معلومات سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے اور ان کی سابقہ معلومات سے مربوط کرکے نئی معلومات دینے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ سوالات سے ان کی ذہنی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ اور ان کی صلاحیتوں کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔

سوالات کرنے سے جماعت میں طلبہ کو فعال بنایا جا سکتا ہے۔ اگر تدریس کے دوران سوالات نہ کئے جائیں تو طلبہ کی دلچسپی اور توجہ ختم ہو سکتی ہے۔ سوالات سے ان کو مصروف رکھا جاتا ہے ان کی سرگرمی اور فعالیت کو تقویت دی جا سکتی ہے۔ معلم سوالات کی مدد سے اپنی تدریس کی کامیابی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اور یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس کا پڑھایا ہوا سبق کہاں تک طلبہ کے ذہن نشین ہوا ہے۔

تدریس میں سوالات نہایت ہی مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ طلبا کی تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ ان میں نئے افکار اور نئے خیالات جنم لیتے ہیں۔ سوالات سے طلبہ کو مسلسل سبق میں مصروف رکھا جا سکتا ہے اور اس سے عمدہ نتائج حاصل کی جا سکتی ہے۔ سوالات تدریس کا اہم جزو ہیں۔ ان کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مسائل حل کرنے کا وسیلہ ہیں۔ اور طلبہ میں حقیقی جوش و ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ ایک ماہر تعلیم لکھتا ہے کہ :-

"تدریس کی تاثیر ناپنے کے لئے زیادہ تر یہ دیکھنا چاہیئے کہ کس قسم کے سوالات پوچھے گئے ہیں۔ اور انہیں کس ترتیب سے پوچھا گیا ہے۔ ابتدائی یا ثانوی مدد سے کوئی استاد اس وقت تک کامیابی کی امید نہیں رکھ سکتا جب تک وہ سوالات پوچھنے کے فن میں اچھی خاصی مہارت پیدا کرے"

سوالات کی اقسام

عام طور پر سوالات کو حسب ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱:۔ حافظے کے سوالات :۔

اس قسم کے سوالات سے ذہن میں محفوظ کی گئی معلومات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ایسے سوالات میں زیادہ تر واقعاتی علم جانچا جاتا ہے۔ یعنی طلبہ کی یادداشت کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔ ایسے سوالات میں کون کون سے؟ کیا؟ اور کہاں؟ اور کب؟ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً قائد اعظم کون تھے؟ پاکستان کب بنا؟ علامہ اقبال کہاں مدفون ہیں؟ آج صبح آپ نے کیا کام کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ فکری سوالات :۔

ایسے سوالات میں قوت فکر کی نشوونما کو کامل دخل حاصل ہوتا ہے اور طلبہ کو غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔ جس سے اُن کی ذہنی قوتیں نشوونما پاتی ہیں۔ ان میں اتنی اہلیت ضرور ہوتی ہے کہ طلبہ سوچے سمجھے بغیر جواب نہیں دے سکتے۔ ایسے سوالات میں کیسے اور کیسے کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً آپ تعلیم کیوں حاصل کرتے ہیں؟ رات دن کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ الفاظ منطقی اور فلسفیانہ رجحان کے حامل ہیں۔

اچھے سوالات پوچھنے کا فن

رٹی ہوئی باتوں کا جائزہ لینے کیلئے سوالات پوچھنا کوئی مشکل کام نہیں۔ مگر ایسے سوالات پوچھنا جو کہ طلبہ کو خود سوچنے اور سوجھ بوجھ کے ساتھ اچھے تلے جوابات دینے کا طریقہ سکھائیں، خاصا دشوار کام ہے۔ اس فن پر دسترس حاصل کرنے کیلئے محنت اور مشقت کی ضرورت ہے۔

نو آموز معلمین کو یہ نقطہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر دوسرے فن کی طرح سوالات پوچھنے کا فن بھی سیکھا جا سکتا ہے۔ اس فن میں کمال پیدا کرنے کیلئے معلم کو اپنے اندر حسب ذیل اوصاف پیدا کرنے چاہئیں۔

۱۔ وضاحت اور تیزی سے سوالات کرنے کی صلاحیت:۔

یہ ذہنی وصف صرف اسی معلم کے حصے میں آتا ہے۔ جسے نفس مضمون پر قدرت ہو۔ اور جو منطقی استدلال میں مہارت رکھتا ہو۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ معلمین اپنے اپنے مضامین پر عبور حاصل کریں اور پوری تیاری اور توجہ سے کمرۂ جماعت میں جائیں۔

۲۔ اپنے سوالات کو موزوں جامہ پہنانے کی قابلیت:۔

طلبہ مشکل زبان اور الجھے ہوئے خیالات کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اچھا معلم وہ ہے جو طلبہ کی سطح پر اتر کر بات کر سکے۔ سوال ایسے سادہ اور سیدھے سادے انداز میں پوچھنا سیکھیں کہ طلبا، انہیں سنتے ہی آپکا مفہوم سمجھ جائیں۔

۳۔ مختلف نکات کی اضافی اہمیت کا شعور:۔

طلبہ کے جوابوں اور ان کے سوالات پر پوری نگاہ رکھیں۔ اگر طلبہ کے جوابات سے ظاہر ہو کہ ان کی سابقہ معلومات میں کمی ہے تو فوراً سبق کا رُخ بدل کر پہلے یہ کمی پوری کریں۔ بچوں کے سوالوں کے جوابات ان کی اہمیت کے مطابق دینا سیکھیں۔

۴۔ اپنے آپ پر اعتماد پیدا کریں:

اچھے سوالات پوچھنے کے لئے ضروری ہے کہ معلم کا ذہن ہر قسم کی گھبراہٹ سے پاک ہو۔ بعض معلمین ہر قسم کی تیاری کے باوجود کسی گروہ کے سامنے بات کرتے وقت گھبراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ کمی نو آموز معلمین میں عموماً دیکھنے میں آتی ہے۔ اگر آپ اعتماد نفس سے خالی ہیں تو اس کے اسباب معلوم کریں۔ اور ان اسباب کو جلد از جلد دور کریں۔

سوالات کب پوچھے جائیں

ایک اچھے معلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ سوالات کرنے کا موقع اور محل جانتا ہے اور غیر ضروری اور بے موقع سوالات سے اجتناب کرتا ہے۔ عام طور پر سوالات حسب ذیل موقعوں پر کئے جاتے ہیں۔

۱:۔ نیا سبق شروع کرنے سے پہلے سابقہ واقفیت معلوم کرتے وقت :۔

(۱) طلبہ کی سابقہ معلومات سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے سوالات کئے جاتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ طلبہ پہلے سے کتنا کچھ جانتے ہیں۔ سوالات ہی مؤثر ذریعہ ہیں جو سبق کو سابقہ واقفیت سے مربوط کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے سوالات پوچھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں۔ نو آموز معلمین اور پری پل ٹیچرس کے لئے پریکٹس ٹیچنگ کے دوران ایسا کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ وہ طلبہ کے بارے میں اور اُن کی سابقہ واقفیت کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں جانتے۔

۲:۔ سبق کے شروع میں اہم نکات کی اہمیت اُجاگر کرتے وقت :۔

سبق کے شروع میں اہم نکات کی طرف فوری توجہ دلانے کیلئے بھی سوالات کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اُن کی اہمیت کو دوران سبق مدِ نظر رکھا جائے اور یہ اہم نکات کو طلبہ کے ذہن نشین کیا جائے

۳:۔ پیشکش کے دوران طلبہ کی سمجھ پرکھتے وقت :۔

پیش کش کے دوران بھی سوالات کئے جاتے ہیں۔ تاکہ معلم کو اس بات کا علم ہو سکے کہ طلبہ پڑھائے جانے والے سبق کو مفہوم سمجھتے ہیں یا نہیں۔ مگر ایسے سوالات کرنے کیلئے عقل و فہم اور موقعہ محل دیکھنے کی ضرورت

ہے ۔ مثلاً پہلی دفعہ کہانی سُناتے وقت کہانی کو درمیان میں روک کر سوالات کرنا مُناسب نہیں ہوتا ۔ اِس سے طلبہ میں بدمزگی پیدا ہوتی ہے ۔ البتہ دُوبارہ سُناتے وقت ایسا کیا جا سکتا ہے الغرض پیشکش کے دوران بھی سوالات کئے جاتے ہیں ۔ ایسے سوالات ہمیشہ مختصر ہونے چاہئیں ۔

۴ :- پیشکش کے دوران اہم نکات پر خصوصی زور دیتے وقت :-

پیشکش کے دوران اہم نکات کی جانب خصوصی توجہ مبذول کرانے کیلئے بھی سوالات کئے جاتے ہیں ۔ اور سبق کے جو گوشے بہت ضروری ہوتے ہیں ۔ اُن کو سامنے لایا جاتا ہے

۵ :- مُشاہدے میں مدد دیتے وقت :-

بعض اوقات سوالات مشاہدے میں مدد دینے کیلئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں ۔ سوالات کی مدد سے مُشاہدے میں رہنمائی کی جا سکتی ہے اور اُن نکات کو سامنے لایا جاتا ہے ۔ جو کہ بظاہر نظروں سے اُوجھل ہوں ۔

۶ :- اعادہ اور نتیجہ معلوم کرتے وقت :-

اعادہ کے سوالات اور مشق سے مُراد یہ ہے کہ سبق کی کامیابی کی جانچ کی جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ سبق طلبہ کے ذہن نشین ہوا ہے یا نہیں ۔ اعادے کے سوالات کی مدد سے طلبہ وہ سب کچھ دُہراتے ہیں ۔ جو کہ پڑھایا گیا ہو ۔

الغرض سوالات سابقہ واقفیت جاننے ، آمادگی پیدا کرنے ، تشریح کرنے ، مواد اخذ کرنے ، اہم نکات پر زور دینے ، طلبہ کا فہم پرکھنے ، مُشاہدے میں مدد دینے ، اعادہ اور نتیجہ معلوم کرتے وقت نہایت ضروری ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے معلمین کو چاہیئے کہ مُناسب موقع پر مُناسب سوالات پُوچھیں ۔

سوالات کے مقاصد

تدریس میں سوالات کرنے کے مندرجہ ذیل مقاصد ہوتے ہیں ۔

۱:۔ تدریس کو مؤثر بنانا :۔ سوالات کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ تدریس کو مؤثر بنایا جائے۔ طلبہ کو جو علم دیا جائے۔ وہ ذہن نشین ہو جائے ۔ طلبہ معلم سے سوالات کا جس تیزی اور کامیابی سے جواب دیں گے تدریس اتنی ہی کامیاب اور مؤثر سمجھی جائے گی ۔

۲:۔ طلبہ کی قوت تخیل کو فروغ دینا :۔ سوالات سے طلبہ کے تخیلات کی پرورش ہوتی ہے ۔ ان میں استدلالی قوت فروغ پاتی ہے اور غور و فکر پیدا ہوتا ہے ۔ سوالات سے طلبہ کا ذہن سنورتا ہے اور نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں ۔

۳:۔ طلبہ کو تدریس میں مسلسل مصروف رکھنا ۔

سوالات کی مدد سے طلبہ کو تدریس میں مسلسل مصروف رکھا جا سکتا ہے ۔ سوالات کے ذریعے ان میں غور و فکر اور تجسس پیدا کیا جا سکتا ہے ۔ یہی ان کو سبق میں مسلسل مصروف رکھتا ہے ۔ تاکہ ان کو ذہنی تشفی حاصل ہو سکے ۔

۴:۔ طلبہ کی وقتوں سے آگاہ ہونا :۔ سوالات طلبہ کی وقتوں اور کمزوریوں کو واضح کرتے ہیں ۔ پھر ہم ان کمزوریوں کے تحت تدریسی سرگرمیوں کو بہتر بناتے ہیں ۔ ہم سوالات کے ذریعے اُن کی ذہنی سطح معلوم کر سکتے ہیں ۔ ان کا مقیاس ذہانت کا پتہ چل سکتا ہے ۔ غرضیکہ سوالات طلبہ کی وقتوں اور کمزوریوں کو واضح کرتے ہیں ۔

۵:- طلبہ کی علمی اور تعلیمی حالت واضح کرنا:-

سوالات سے طلبہ کی علمی و تعلیمی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی سابقہ معلومات اور علم کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر سوالات سے طلبہ کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے۔

۶:- طلبہ کی ترقی و کامیابی کا تعین کرنا:-

سوالات کا ایک مقصد طلبا کی صلاحیتوں کا تجزیہ کرکے اس کو ترقی کی طرف لے جانا ہے اور مزید کامیابی کا تعین کرنا ہوتا ہے سوالات کی مدد سے ہمیں طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتوں کا علم بھی حاصل ہو سکتا ہے اور اس طرح اس کے مستقبل اور کامیابی کے لئے کوئی راہ متعین کی جا سکتی ہے۔ سوالات کے ذریعے طلبہ کی کامیابی اور ان کے لئے کسی مقصد کا تعین کر سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر طلبہ کی صلاحیتوں کی جانچ کا ایک مؤثر وسیلہ سوالات ہیں۔ جب ان کی صلاحیتوں کا علم ہوگا تو ان کی کامیابی یا ناکامی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

۷:- مخصوص رجحانات واضح کرنا:-

سوالات طلبہ کے مخصوص رجحانات واضح کرتے ہیں۔ سوالات کے ذریعے ہم کو یہ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ طالب علم میں کس قسم کے رجحانات پرورش پا رہے ہیں۔ یا کس خصوصی مقصد کی امنگ پائی جاتی ہے۔

۸:- طلبہ کا اشتراک حاصل کرنا:-

تدریس میں سوالات کا مقصد یہ بھی ہے کہ طلبہ کا تعاون و اشتراک حاصل کیا جائے۔

جدید نظریہ تعلیم میں طلبہ سے اشتراک کو بڑی فوقیت حاصل ہے۔ لہٰذا سوالات کی مدد سے طلبہ کا تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۹:- سبق پر توجہ مرکوز کرنا:-

سوالات کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ طلبہ کی توجہ

سبق پر مرکوز رہے اور عدم دلچسپی کا اظہار نہ کریں۔ ہم طلبہ کو غیر درسی باتوں کے ذریعے سبق کی جانب لا سکتے ہیں اور ان کو متوجہ کر سکتے ہیں۔

۱۰:۔ سبق کو مقاصد خصوصی سے مربوط کرنا:۔

سوالات کرنے سے سبق کے مختلف حصوں کو باہم مربوط کیا جا سکتا ہے اور اس کو مقاصد خصوصی سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے ہم سوالات کے ذریعے طلبہ میں آمادگی پیدا کر سکتے ہیں۔

اچھے سوالات کی تکنیک اور خصوصیات

اچھے سوالات کرنے کے اصول و تکنیک حسب ذیل ہے۔

۱:۔ مقصدیت کی تکمیل ہو:۔

سوالات بامقصد ہونے چاہئیں۔ سوالات ایسے کئے جائیں جس سے متعلقہ سبق کی تفہیم ہو۔ یا مقاصد خصوصی پورے ہوں۔ بے مقصد سوالات نہیں ہونے چاہئیں۔

۲:۔ عام فہم اور مختصر ہوں:۔

سوالات کی عبارت سلیس اور آسان ہو۔ یعنی جماعت میں ہر ذہنی سطح کا طالب علم اس کو سمجھ سکے اور جواب دینے میں آمادگی کا اظہار کرے۔ سوالات طویل نہ ہوں۔ ان کی عبارت مختصر ہونی چاہئے، لیکن بہت طویل سوالات یاد نہیں رکھے جا سکتے۔ اور دوسرے یہ کہ طویل سوالات کی عبارت پیچیدگی پیدا کرتی ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ آپ کے ملک کی آب و ہوا کیسی ہے؟ آسان اور مختصر سوال ہے۔

۳:۔ سوالات میں باہم ربط و تسلسل ہو:۔

سوالات کا آپس میں باہم ربط

اور تسلسل نہایت ضروری ہے ۔ تاکہ طلبہ کے ذہن کسی خاص سمت میں تسلسل سے مصروف رہیں۔ کیونکہ سوالات کا باہم تسلسل و ربط نہ ہونے سے طلبہ اُلجھن کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اور وہ یہ نہیں جان پاتے کہ معلّم کیا چاہتا ہے اور انہیں کہاں لے جانا چاہتا ہے ۔

۴ :- دو ٹوک جواب ممکن ہو :-

سوالات ایسے ہونے چاہئیں ۔ جنکا دو ٹوک جواب ممکن ہو ۔ ایسے مبہم سوال پوچھنے سے جو کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ جسکا دو ٹوک جواب نہ دیا جا سکے ۔ سوال ایسا پوچھیں ۔ جسکا ایک ہی جواب ممکن ہو ۔

۵ :- سوالات فکر انگیز ہوں :-

سوالات ایسے کئے جائیں ۔ جن سے طلبہ میں غور و فکر پیدا ہو ۔ وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوں ۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ سوالات مشکل اور پیچیدہ بنا لئے جائیں ۔ بلکہ سوالات کی عبارت ایسی ہو کہ اُن کا ذہن سوچنے اور غور و فکر پر آمادہ ہو سکے ۔ اس لئے زیادہ تر سوالات کیوں اور کیسے کے الفاظ سے شروع کئے جاتے ہیں کیونکہ یہ منطقی اور فلسفیانہ طرح سے حامل نہیں ۔ مثلاً پاکستان کیوں بنایا گیا ہے ؟ آپ محنت کیسے کرتے ہیں ؟

۶ :- سبق اور سابق معلومات سے مربوط ہوں :-

سوالات طلبہ کی سابقہ معلومات سے مربوط ہونے چاہئیں تاکہ وہ اپنے ماضی اور سابقہ علم کی مدد سے جواب دے سکیں ۔ یہ سوالات متعلقہ سبق پر کئے جائیں ۔ غیر متعلقہ سوالات سے اجتناب کریں ۔ ورنہ طلبہ کی دلچسپی کا تسلسل ختم ہو جائے گا ۔ مثلاً آپ قائد اعظم پر سبق پڑھانا چاہتے ہیں تو یہ سوالات بھی پوچھے جا سکتے ہیں ۔ کہ آپ کس ملک میں رہتے ہیں ؟ اس ملک کا بانی کون ہے ؟ وغیرہ وغیرہ ۔

۷ :- صرف ایک خیال کا حامل ہو :-

سوال ایسا کیا جائے جو صرف ایک بات یا ایک خیال کی وضاحت کرتا ہو ۔ ایک سوال میں دوسرا

سوال ہرگز شامل نہ کیا جائے۔ ورنہ طلبا میں الجھن پیدا ہوگی اور جواب دینے میں دشواری پیدا ہوگی مثلاً یہ سوال کہ پاکستان کب قائم ہوا اور اسے کیسے حاصل کیا گیا ہے؟ ایسا ہی ایک سوال ہے جس میں دو سوال شامل ہیں۔

۸:۔ حسب صلاحیت ہو: سوالات طلبہ کی صلاحیتوں کے مطابق ہونے چاہئیں۔ چھوٹی اور بڑی جماعت کا خیال رکھا جائے۔ اگر سوالات طلبہ کی ذہنی استعداد کے مطابق نہیں ہیں تو جواب حاصل کرنے میں مایوسی ہوگی۔ سوالات میں انفرادی اختلافات کا بھی خیال رکھا جائے۔

۹:۔ پوری جماعت سے مخاطب ہو: سوالات ایسے ہوں جو پوری جماعت سے اجتماعی طور پر کئے جائیں۔ انفرادی سوال نہ کیا جائے۔ سوال پوری جماعت سے مخاطب ہو کر کئے جائیں۔ پھر انفرادی جواب لیا جائے لیکن کسی مخصوص طالب علم کی طرف اشارہ کر کے سوال نہ کیا جائے۔

۱۰:۔ پوری جماعت پر بکھرے ہوں: سوالات تقریباً تمام طلبہ سے کئے جائیں یہ نہ ہو کہ صرف ذہین طلبہ کو منتخب کر کے سوالات کئے جائیں۔ ہماری تدریس کا مقصد سب کو پڑھانا ہے۔ سب کو علم دینا ہے۔ لہٰذا سب کا تعاون و اشتراک حاصل کیا جائے۔ اس لئے سوالات پوری جماعت پر بکھرے ہونے چاہئیں۔ ہر طالب علم کو توقع ہو کہ سوال مجھ سے پوچھا جا سکتا ہے۔

۱۱:۔ سوالات پوچھنے میں کوئی خاص ترتیب نہ ہو:۔

اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کسی خاص ترتیب سے سوال نہ پوچھیں۔ ہر روز پہلے سے بالکل مختلف ترتیب اپنائیں۔ تاکہ طلبا یہ نہ جان سکیں کہ ان کی باری کب آئے گی اور اب معلم کس طرف سے سوال پوچھے گا۔ اگر آپ نے کسی خاص ترتیب سے سوالات پوچھے

تربیت سے طلبہ پہلے سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ کون کی باری کب آئے گی۔ اس لئے وہ غیر متوجہ رہتے ہیں۔ ہم بعض اوقات نادانستہ طور پر ایک خاص انداز اپنا لیتا ہے۔ اس سے گریز کرنا چاہیئے۔

۱۲:۔ ہاں یا نہیں کے نہ ہوں: ایسے سوالات نہ دریافت کیئے جائیں۔ جن کے جواب میں صرف ہاں یا نہیں کہا جا سکتا ہو۔ ایسے سوالات فکر انگیز نہیں ہوتے اور نہ ہی طلبہ میں غور و فکر پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ سوال کہ "کیا آپ نے سبق پڑھا ہے؟" "کیا آپ اس محلہ میں رہتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

۱۳:۔ سوال جواب کی خود ہی نہ کریں: کوئی سوال ایسا نہ ہو۔ جس کا جواب آپ خود سوچ کر نہ دیں۔ ایسے سوالات طلبہ کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کی ترغیب نہیں دیتے۔ مثلاً یہ سوال کہ کیا آپ کا ملک مسلمان ملک ہے؟ کیا آپ اس ملک کے شہری نہیں ہیں؟ اس قسم کے سوالات ہیں۔

۱۴:۔ سوالات دہرائے نہ جائیں:۔ سوالات چاہے ضرورت سے بار بار نہ دہرائے جائیں اس سے اچھا اثر نہیں ہوتا۔ سوالات کی تکرار سے طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ سوالات بدل بدل کر پوچھے جائیں ہیں۔ وہ کسی ایک عبارت کے مرکزی مفہوم میں چیزگی محسوس کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا ذہن سوالات کی تکرار سے اُکتا جاتا ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ طلبہ سوالات کی طرف پہلی دفعہ متوجہ نہیں ہوتے اور سمجھتے ہیں کہ سوال کئی دفعہ دہرایا جائے گا۔

۱۵:۔ مناسب اور برمحل ہوں: سوالات مناسب اور برمحل ہونے چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ سوالات ہی کے ذریعے سارے تدریس جاری رہے۔ سوالات آمادگی اور پیش کش کے دوران مواد اخذ کرتے وقت تشریح کرتے اور اعادہ کرتے وقت کیے جائیں۔

۱۶:۔ مناسب فاصلے سے اور واضح آواز میں سوال کریں: معلم کو چاہیئے کہ طالب علم

سے مناسب فاصلہ پر رہ کر سوال کرے۔ کیونکہ بہت زیادہ قریب کھڑے ہونے سے بعض طلبہ گھبراہٹ اور شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ سوال دھیمی آواز میں نہ پوچھا جائے۔ آپ کی رفتار نہ اتنی تیز ہو کہ سمجھ نہ آسکے اور نہ ہی اتنی سست ہو کہ معلم کی خود اعتمادی کو ٹھیس لگے۔ معلم کا لہجہ واضح اور صاف ہونا چاہیئے۔

۱۷:- سوال پوچھنے کے بعد مناسب وقفہ ہونا چاہیئے :-

سوال پوچھنے کے بعد جواب سوچنے اور غور و فکر کے لئے مناسب وقت دینا چاہیئے۔ وقت کا تعین سوال کی نوعیت اور طلبہ کی قابلیت کو مدنظر رکھ کر کیا جائے۔ معلم کو جلدی جلدی جواب دینے والوں اور دیر سے جواب دینے والوں کے درمیان مناسب توازن رکھنا چاہیئے۔

۱۸:- مناسب درجہ بندی ہونی چاہیئے :-

سوالات کی درجہ بندی نہایت ضروری ہے۔ عام اصول کے مطابق سوالات نہ بہت مشکل ہوں اور نہ ہی بہت زیادہ آسان ہوں۔ بعض اوقات ہر شاگرد طلبہ کے فائدے کیلئے مشکل سوالات اور کمزور طلبہ کے فائدے کے لئے آسان سوالات کرنے چاہئیں۔ اور بہت زیادہ ذہین طلبہ کیلئے زیادہ مشکل سوالات بھی کئے جا سکتے ہیں۔ الغرض معلم کو سوالات کی درجہ بندی طلبہ کی قابلیت و صلاحیت کے مطابق کرنی چاہیئے۔ حوصلہ افزائی کی خاطر آسان سے مشکل سوالات کی طرف بتدریج بڑھنا چاہیئے۔

۱۹:- وقت کا دانشمندانہ استعمال :-

جب معلم کو ظنی اور یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ طلبہ جواب دے نہیں سکتے۔ تو اس صورتحال کو فوراً قبول کر لینا چاہیئے۔ بعض اوقات معلمین اُن طلبہ سے جواب حاصل کرنے میں بہت سا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ جو کہ ظنی طور پر جواب نہیں جانتے۔ ایسی صورت میں معلم کو وقت بچا کر دانشمندانہ طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر طلبہ جواب دینے میں دلچسپی ہی نہ رکھتے ہوں۔ تو ایسی صورت میں معلم کو طلبہ کی اس اعتنا دہی کو نفسیاتی طور پر اس مسئلے کو حل کرنا چاہیئے۔

۲۰:- غیر متوجہ طلبہ سے سوالات کئے جائیں :- جب معلم کو معلوم ہو جائے کہ کچھ طلبہ غیر متوجہ

ہیں یا ہو رہے ہیں ۔ تو اُن سے سوالات پوچھنے چاہئیں ۔ ایسا کرنے سے اُن کو دوبارہ سبق کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے ۔

۲۱:- طلبا کو اعتماد میں لینا :- طلبہ کا اعتماد حاصل کرنا نہایت ضروری ہے ۔ اس سے تدریس کا عمل نہایت مؤثر ہو جاتا ہے ۔ جب طالب علم کو اس بات کا اعتماد ہو گا کہ میرا اُستاد میرے متعلق یہ خیال رکھتا ہے کہ میں جواب جانتا ہوں اور دے سکتا ہوں تو وہ اپنے ذہن کو کامیابی سے استعمال کرے گا ۔ مگر جب طالب علم کو یہ معلوم ہو جائے کہ اُس کا استاد اُس کو مایوس کن کیس سمجھتا ہے ۔ تو وہ جواب دینے کی کوشش ہی نہیں کرے گا ۔ اس لئے معلّمین کو چاہیئے کہ ہمیشہ طلبہ کو یہ تاثر دیں کہ وہ جواب دے سکتے ہیں ۔

۲۲:- درست جواب کی نشاندھی آخر میں کی جائے :- معلّم کو چاہیئے کہ وہ درست جواب کو ایکدم قبول نہ کرے بلکہ دوسرے طلبہ سے بھی وہی سوال پوچھے تاکہ درستی کی تصدیق ہو جائے ۔ اگر معلّم درست جواب سنتے ہی رُک جاتا ہو تو طلبہ کو یہ معلوم ہو جاتا ہے ۔ کہ اُن سے اسی لئے سوال پوچھا جا رہا ہے ۔ کیونکہ پہلے سے طلبہ کا جواب غلط ہے ۔ اس لئے وہ یہ اشارہ پاکر خود اپنے جواب کو جو کہ اُنہوں نے پہلے سے سوچ رکھا ہوتا ہے ۔ تبدیل کر دیتے ہیں یا خاموش ہو جاتے ہیں ۔ اگر معلّم درست جواب کی تصدیق کئے بغیر آگے بڑھتا جائے اور دوسرے طلبہ سے بھی وہی سوال پوچھے تو طلبہ کو خود اپنی سوچ پر اعتماد کرنے پڑے گا ۔ معلّم کو سنتے سنتے بعد درست جواب کی نشاندہی کرنی چاہیئے ۔

۲۳:- ایک ہی سوال کو مختلف انداز و الفاظ میں پوچھنا :- معلّم کو چاہیئے کہ طلبہ کے فہم کا جائزہ لینے کے لئے بعض اوقات ایک ہی سوال کو مختلف الفاظ کا جامہ پہنا کر پوچھے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ واقعی طلبہ اپنے جواب کا صحیح مفہوم سمجھتے ہیں یا نہیں ۔ مثال کے طور پر یہ سوال کہ پاکستان میں کپاس

کہاں بولی جاتی ہے ؟ اس طرح بھی بدلا جا سکتا ہے کہ اگر آپ پاکستان میں کپاس کا پودا اگتا ہوا دیکھنا چاہیں تو کہاں جائیں گے ۔

۲۴ ۔ مختصر جواب والے سوال کے جواب کو لکھایا بھی جاتے :۔

تمام جماعت کا ایک وقت جائزہ لینے کا ایک نیا طریقہ یہ بھی ہے کہ معلم سوالات پوچھنے سے قبل یہ بات کہہ دے کہ سب طلبہ سے پاس ایک ایک کاغذ اور قلم تیار رہے ۔ کیونکہ اب سوالات کے جوابات لکھائے بھی جائیں گے ۔

سوال پوچھنے کے بعد طلبا سے کہہ دیں کہ سب طلبہ اس کا جواب لکھیں ۔ کچھ دیر توقف کرنے کے بعد جب اندازاً تمام طلباء نے جواب کا غذ پر لکھ لیا ہو ۔ پھر جواب زبانی پوچھا جائے اور ساتھ ساتھ معلم جماعت میں گھوم پھر کر طلبہ کے لکھے ہوئے جوابات کو ایک نظر دیکھتا بھی جائے ۔ اس عمل سے ایک وقت تمام جماعت غور و فکر میں مشغول ہو جاتی ہے ۔ اور طلبہ کے غیر متوجہ ہونے کا امکان بہت ہی کم ہو جاتا ہے ۔ مگر معلمین کو یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ ایسا کرنے سے پہلے اس بات کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے کہ جوابات مختصر ہوں اور وقت اس کی اجازت دیتا ہو ۔ یہ ایک نہایت ہی مفید طریقہ ہے ۔ اس کو ضرور آزمانا چاہیئے ۔

طلبہ سے جوابات حاصل کرنے کی تکنیک

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہتر سوالات ہونے کے باوجود طلبہ جواب دینے اور اپنا ردِ عمل ظاہر کرنے سے ہچکچاتے نہیں اور جواب دینے سے گریز کرتے ہیں اور بعض اوقات مؤثر سوالات کے جوابات بھی نہیں ملتے ۔ اس لئے مفکرین نفسیات نے چند اصولوں اور باتوں کی نشاندہی کی ہے ۔ اگر معلمین ان کو پیشِ نظر رکھ کر سوالات کریں تو طلبا پر اچھا اثر پڑیگا اور وہ جواب دینے میں سرگرمی کا اظہار کریں گے ۔

۱ ۔ سوچنے کا وقفہ دیا جائے :۔ سوالات کرنے کے بعد طلباء کو غور و فکر کرنے کیلئے

مناسب وقت دیا جائے تاکہ وہ سوچ کر صحیح جواب دے سکیں۔ سوال اور جواب کے درمیان مناسب وقفہ ہونا چاہیئے۔ اگر آپ ایسا کریں گے۔ تو دیکھیں گے کہ پوری جماعت کے اکثر طلبہ ہاتھ بلند کر رہے ہوں گے۔ ایسا کرنے سے کمزور طلبہ بھی جواب دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

۲:- پہلے اشارہ نہ کیا جائے :- سوال کرنے کے بعد کسی ایک طالب علم سے جواب لینے کے لئے اشارہ کیا جائے۔ بعض معلمین پہلے طالبعلم کو کھڑا کر دیتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں۔ یہ عمل نفسیاتی لحاظ سے نہ صرف اُس طالبعلم پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ بلکہ پوری جماعت میں عدم اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ جواب دینے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔

۳:- ہمت افزائی کی جائے :- اگر طلبہ سوالات کے جوابات درست دیں۔ تو اُن کی ہمت افزائی کی جائے۔ اُن کو تحسینی جملوں سے نوازا جائے۔ ایسا کرنے سے اُن میں عزتِ نفس اور خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ وہ جماعت میں اپنی اہمیت اور شخصیت منواتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ تدریس میں مسلسل دلچسپی برقرار رکھتے ہیں اور اُن کی محرکاتی قوت فروغ پائیگی۔

۴:- ملامت نہ کی جائے :- اگر کوئی جواب غلط ملتا ہے تو طلبہ کو ملامت نہ کیا جائے اور نہ ہی بُرا بھلا کہا جائے۔ یا الفاظِ دیگر کسی بھی طالب علم کا غلط جواب دینے پر تمسخر نہ اُڑایا جائے اس عمل سے نہ صرف تدریس غیر مؤثر ہو گی۔ بلکہ نظم و ضبط بھی متاثر ہو سکتا ہے۔ متعلقہ طالب علم کی جذباتی زندگی میں ہیجان پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح وہ آئندہ جواب دینے کی ہمت نہیں کرے گا۔

۵:- نرم و مشفقانہ لہجہ اختیار کیا جائے :- سوالات کرنے میں معلم کا لب و لہجہ نرم اور مشفقانہ ہونا چاہیئے۔ معلم سے خوشگوار جذبات کی عدم موجودگی کی بدولت طلبہ محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور معلم بھی ناکام سمجھا جاتا ہے۔ آپ کی شفقت اور نرم لب و لہجہ سے آپ بھی محترم و عزیز سمجھے جائیں گے اور آپ کی تدریس بھی کامیاب ثابت ہو گی۔

۶:- مکمّل اور واضح جواب لئے جائیں :- سوالات کے جوابات اکثر مکمل اور واضح آنے چاہییں تاکہ تدریس کی جملہ باتیں ذہن نشین ہوں اور طلبہ بھی تدریس سے مطمئن ہوں ۔ مگر اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب اقسام کے جوابات مکمل ہوں ۔ اس کا انحصار سبق کی قسم پر ہے ۔ عام طور پر زبانی کام میں معلّم کو ایسے جوابات کو بالکل رد نہیں کرنا چاہیئے ۔ جو کہ بات چیت اور باہمی گفتگو میں ادا کئے جاتے ہیں ۔ ذہنی حساب میں مکمل جملوں کی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن ایسے جوابات جن میں درست طرز ادا کی مطلب ہو ۔ مکمل جملہ استعمال کرنا چاہیئے ۔

۷:- ادھورے جوابات کو طلبہ کی مدد سے پورا کیا جائے :-

ناقص اور نامکمل جوابات کو نقطہ آغاز بنانا چاہیئے ۔ مکمل اور درست جواب بتدریج آئیگا ۔ جزوی طور پر غلط یا نامکمل سوالات کو طلبہ کی قوت فکر کی نشوونما کیلئے استعمال کرنا چاہیئے ۔ مثلاً ایسے ایسے جوابات کی صورت میں یہ جملے استعمال کرنے چاہییں ۔ ہاں ۔ یہ ٹھیک ہے لیکن ہم اس کے متعلق کچھ اور بھی کہہ سکتے ہیں ؟ کیا کوئی اس میں مزید اضافہ کر سکتا ہے ؟ اس طرح کے مجملے جوابات کے بارے میں ضروری حوصلہ افزائی کرتے ہیں ۔

۸:- درست جوابات کی طلبہ ہی سے تصدیق کروانا :- بعض اوقات کسی

ایک جواب کو فی سبکر اچھے طلبہ سے جوابات کی دوسرے طلبہ سے تصدیق یا تردید کروانی چاہیئے مثلاً طلبہ سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا یہ جواب درست ہے ؟ کیا آپ اس جواب سے اتفاق کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ ۔

۹:- غلط جواب کی وجوہات کی تشریح کرنا :- اگر جواب یقینی اور حتمی طور پر غلط ہو تو مناسب وقت پر طلبہ کو بتا دینا چاہیئے کہ اسکا جواب غلط ہے خصوصی طور پر ریاضی میں اب کرنا نہایت ضروری

ہے۔ ساتھ ہی اسکی وجوہات بھی بتانی چاہئیں۔

۱۰:- طلبہ کا اپنے جواب کا صحیح مفہوم سمجھنا :- معلّم کو اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ طلبہ اُن الفاظ کا صحیح مفہوم بھی جانتے ہیں جو کہ وہ اپنے جوابات میں استعمال کرتے ہیں۔ بعض اوقات جواب میں بغیر سوچے سمجھے رٹے رٹائے جُملے اور الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ درست بھی ہوتے ہیں اور اُن کا کچھ مطلب اور معنی بھی ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُن کا طلبہ کی سوچ اور سمجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اگر معلّم کو یہ شک ہو جائے کہ طالبعلم کا جواب صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں تو اُس کو گہرائی میں جا کر صورتحال سے نپٹنا چاہیئے۔

۱۱:- خلاف توقع جوابات سے مطابقت پیدا کرنا :- بعض اوقات ایسے جوابات بھی آتے ہیں۔ جنکی معلّم کو ضرورت یا توقع نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں معلّم کو نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنی ہوگی۔ اگر جواب معقول ہو تو معلّم کو اس سے استفادہ حاصل کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے وہ سبق سے کچھ دور ہی کیوں نہ چلا جائے۔ معلّم کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ جلدی سے یہ فیصلہ کرے کہ ایسی صورت میں طے شدہ منصوبے سے مطابق آگے بڑھنا فائدہ مند ہوگا یا نہیں۔ اگر معلّم کو یہ معلوم ہو جائے کہ کچھ فائدہ مند پہلو سامنے آرہے ہیں تو اُس کو اپنے منصوبے پر سختی سے عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے برعکس اگر اُس کا فیصلہ ہو کہ جواب غیر متعلق اور غیر ضروری ہے تب اُسکو خود یا جماعت کو غیر ضروری سمت میں نہیں لے جانا چاہیئے۔

۱۲:- جواب دینے میں مدد نہ کرنا :- معلّم کو چاہیئے کہ طلبہ کو جواب دیتے وقت لفظ دیکھ اُن کی مدد نہ کرے۔ اگر طلبہ کو جواب سے کچھ الفاظ مہیا ہوتے ہیں تو وہ ہمیشہ معلّم کی مدد پر بھروسہ کریں گے۔ اور رفتہ رفتہ یہ بُری عادت پختہ ہو جائے گی اور طلبہ خود زیادہ سوچنے کی زحمت نہیں کریں گے اور تدریس بُری طرح متاثر ہوگی۔

۱۳:- اجتماعی جواب سے اجتناب کرنا :- سب طلبہ کو یا زیادہ تر طلبہ کو یا کچھ طلبا کو ایک

ہی وقت بیک وقت جواب دینے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے اور نہ ہی دو یا تین ہر شاگرد طلبہ کو ہی جواب دینے کی اجازت دینی چاہیئے۔ ایسا کرنے سے سست اور کمزور طلبہ کی آواز دب کر رہ جاتی ہے۔ اور معلم اجتماعی درست جواب سے مطمئن ہو کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

۱۴:- درست جواب کو بلا ضرورت نہ دہرانا: معلم کو طلبہ کے درست جوابات کو مشینی انداز میں نہیں دہرانا چاہیئے۔ اگر یہ دہرائی ضروری ہو تو طلبہ سے جوابات دہرلئے جائیں۔ ایسا انہیں خود سے ہی کرنا چاہیئے۔ جب جواب کو طلباء کے ذہن میں نقش کرنا ضروری ہو۔

۱۵:- سوالات کے طریقے اور انداز کو بدلنا: اگر جواب بالکل نہ مل رہا ہو۔ تو ایسی صورت میں اپنے سوال کی ہدایت اور پوچھنے کے انداز پر دوبارہ غور کر کے اس کو ممکن حد تک اس طرح بدلنا چاہیئے کہ مطلب اور معنی متاثر نہ ہوں۔ جواب حاصل کرنے میں سختی سے پیش نہیں آنا چاہیئے۔ اکثر اوقات الفاظ اور انداز بدلنے سے طلباء سمجھ جاتے ہیں۔

۱۶:- جوابات کو فکر انگیز بنانا: بعض اوقات طلبہ کی کثیر تعداد سوالات کے درست جوابات نہیں دے سکتے۔ ایسی صورت حال میں معلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ طلبہ میں فکر پیدا کرنے کیلئے موضوع سے متعلق مزید چھوٹے چھوٹے ذیلی سوالات پوچھے تاکہ ایسے طلبہ جو پہلے دیئے گئے جوابات سے واقف نہیں تھے۔ موضوع کی جزئیات سے واقف ہو کر اصل جواب تک پہنچ سکیں۔

جواب کا کردار بحیثیت محرک

تدریس کے دوران جوابات، حسب ذیل کردار ادا کرتے ہیں۔

۱:- طلبہ کے جوابات تدریس کو آگے بڑھاتے ہیں۔

۲:- طلبہ کے جوابات سے تدریس متاثر ہو جاتی ہے۔

۳ :- طلبہ کے جوابات سے مُعلّم اپنی تدریس کی کامیابی کا اندازہ لگاتا ہے۔
۴ :- طلبہ کے جوابات سے جماعت میں زندگی اور تدریس میں جان معلوم ہوتی ہے۔
۵ :- طلبہ کے جوابات وہ سے طلبہ کیلئے مؤثر محرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔
۶ :- طلبہ کے جوابات ہی سے مُعلّم کی کامیابی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

طلبہ کے سوالات اور مُعلّم کا رویّہ

۱ :- سوالات پوچھنے کیلئے بے چینی کو خوش آمدید کہنا :-

اگر طلبہ سوالات پوچھنے کے لئے بیتاب اور بے چین ہیں تو یہ اچھی تدریس کی نشانی ہے۔ مُعلّم کو طلبہ کے سوالات کو خوش آمدید کہنا چاہیئے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ اب کہنے سے طلبہ زیادہ اور تیزی سے سیکھیں گے بشرطیکہ مُعلّم سوالات سے مناسب اور مؤثر انداز میں نپٹنا جانتا ہو۔

۲ :- غیر متعلق سوالات سے اجتناب کرنا :

اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ سوال غیر متعلق نہ ہو۔ ایسے سوالات جن کا اُس وقت پڑھائے جانے والے سبق سے تعلق نہ ہو۔ نوٹ کر لئے جائیں اُن کا جواب فارغ وقت میں علیحدہ دیا جائے۔ مُعلّم کو کسی ایک یا چند طلبہ کے بجائے ساری جماعت کی تدریس کا اجتماعی طور پر خیال رکھنا ہوگا۔

۳ :- اجتماعی سوالات کی اجازت نہ دینا :

مُعلّم کو چاہیئے کہ بہت سے طلبہ کو اکٹھے ایک ساتھ سوالات پوچھنے کی اجازت نہ دے۔ ورنہ جماعت میں افراتفری کا سماں پیدا ہو جائیگا۔ اور کسی کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔

۱۴۔ خاموشی اور توجّہ سے سُننا : اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ طلبہ کے سوالات اور مُعلّم کے جوابات سب طلبہ پُوری توجّہ اور خاموشی سے سُنیں۔

۱۵۔ خود جواب تلاش کروانا : ۔ جہاں تک ممکن ہو ۔ طلبہ کو اپنے سوالات کے جوابات خود تلاش کرنے میں مدد دینی چاہیئے۔ اکثر سوالات ایک چھوٹی سی تحقیق یا منصوبے کا باعث بن سکتے ہیں ۔

۱۶۔ جواب سے عدم واقفیّت کی صُورت میں صاف صاف اعتراف کرنا :

اگر مُعلّم کو کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو اس کا صاف صاف اعتراف کر لینا چاہیئے اور پھر دوسرے دن تیاری کر کے جواب دینا چاہیئے ۔ بصورتِ دیگر مُعلّم پر عدم واقفیّت کا الزام لگے گا اور اس طرح اُس کا پیشہ ورانہ وقار مجروح ہو گا ۔

۱۷۔ طلبہ کے عدم اتفاق کو محسوس نہ کرنا : اگر طلبہ مُعلّم کے جواب سے اتفاق نہ کریں تو مُعلّم کو محسوس نہیں کرنا چاہیئے ۔ یہ اختلاف مزید استفسارات کا باعث بنے گا ۔ مُعلّم اور طلبہ مِل جُل کر اس کا جواب تلاش کریں گے ۔ اس لئے عدم اتفاق سے ناراضگی کا اظہار نہ کیا جائے ۔ ورنہ مُعلّم کی خود اعتمادی کو ٹھیس لگے گی ۔

بُرے سوالات کی مختصر نشاندہی

حسب ذیل سوالات بُرے کہلاتے ہیں ۔ اس لئے ہر ممکن حد تک ان سے اجتناب کرنا چاہیئے ۔

۱۔ ایسے سوالات جنکے جوابات خود کتاب سے الفاظ میں دیئے جا سکیں ۔ یعنی ایسے سوالات جو طلبہ کو سوچنے پر آمادہ نہیں کرتے ۔

۲۔ لمبے اور پیچیدہ سوالات جن کے جوابات آسانی سے سمجھ نہ آ سکیں ۔

۳ :- ایسے سوالات جنکا دو ٹوک جواب ممکن نہ ہو -

۴ :- ایسے سوالات جو جواب کی خود ہی نفی کرتے ہوں -

۵ :- مبہم، مشکوک اور غیر واضح سوالات جو کہ طلبہ کو شک کے گھیرے میں ڈال دیں اور وہ یہ نہ سمجھ سکیں کہ معلم کیا چاہتا ہے -

۶ :- ایسے سوالات جنکا جواب دینا طلبہ کیلئے ممکن ہی نہ ہو -

۷ :- دھوکہ دینے والے سوالات :- اس نوع کے سوالات سے معلم کو اجتناب کرنا چاہیئے - ہم اگر ایسے سوالات امتحان میں لانے چاہیں تو طلبہ کو پہلے سے آگاہ کیا جاسکتا ہے - ایسے سوالات کمرۂ جماعت کا ماحول بدلنے اور طلباء کیلئے تفریح کا سامان بہم پہنچانے کے لئے کئے جاسکتے ہیں -

۸ :- ایسے سوالات جن میں دو سوالات آپس میں گھلے کر دیئے گئے ہوں - مثلاً یہ سوال کہ "کیا اکبر ایک بُردبار حکمران تھا؟ اُس کا سلوک دوسرے مذاہب سے کیسا تھا؟

۹ :- ایسے سوالات جو طوطے کی طرح رٹے ہوئے جواب دینے ہوں -

مائیکرو ٹیچنگ (MICRO TEACHING)
یا مختصر تدریس

زیرِ تدریس اساتذہ کیلئے ایک متذکرہ تدبیر

تعارف: انگریزی زبان کے لفظ مائیکرو کے معنی چھوٹے ہیں۔ [illegible] طور پر دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً مائیکرو [illegible]

اگر ہم مائیکرو ٹیچنگ کی اصطلاح کا اردو زبان میں ترجمہ کریں تو ہمیں مختصر تدریس کی ترکیب کافی حد تک اس کا ترجمہ نما اسم معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی تدبیر ہے جسے مختصر دورانیہ کی تدریس کے ذریعہ زیرِ تربیت اساتذہ کی تدریسی مشق کو بہتر بنانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مائیکرو ٹیچنگ یا مختصر تدریس سب سے پہلے امریکہ کی سٹین فورڈ یونیورسٹی کے ٹیچرز ایجوکیشن کالج میں اساتذہ کو عملی تربیت دینے کے لئے ۱۹۶۳ء میں استعمال میں لائی گئی۔ اس مشق کا بنیادی اور قطعی مقصد اساتذہ کی تربیتی مہارتوں کی نشوونما کرنا اور انہیں بہتر بنانا تھا۔ چنانچہ ابتداء میں سٹین فورڈ یونیورسٹی میں اس طریقہ تربیت کو دورانِ تربیت (PRE SERVICE) اساتذہ کیلئے استعمال کیا گیا۔ لیکن بعد میں اسے اساتذہ کے دورانِ ملازمت (IN SERVICE) کے تربیتی کورسوں میں بھی استعمال کیا جانے لگا۔

بیسویں صدی نے دنیا کے معاشروں میں حیرت انگیز تبدیلیاں کر دی ہیں اور اب معلوم ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی کے بقیہ سالوں میں مزید ایسی تبدیلیاں رونما ہوں گی جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم نہ صرف تبدیل شدہ حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کریں بلکہ آنے والی تبدیلیوں کیلئے بھی تیار رہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے اساتذہ کی تربیت کے لئے جو ماڈل بنا تھا وہ اس زمانہ کے تقاضے کے عین مطابق تھا۔ لیکن اب صورتحال بدل گئی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں تیز رفتار تبدیلیوں نے مختلف علوم اور ان کے ذیلی شعبوں میں جو تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ انہوں نے تعلیم و تدریس کو بے حد متاثر کیا ہے۔ چنانچہ دنیا کے ساتھ شانہ بشانہ چلنے کے لئے بہت ضروری ہو گیا ہے کہ ہم دیگر تعلیمی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ کے تربیتی کورسوں کو بھی متحرک اور بامقصد بنائیں تاکہ وہ وقت کے تقاضوں کو سمجھیں اور نئے دور کا ساتھ دے سکیں۔

مائیکرو ٹیچنگ (مختصر تدریس) اساتذہ کی تدریسی مہارتوں کو بہتر بنانے کے لئے وجود میں آئی ہے۔ یہ تجربات کی پیداوار ہے اور شروع ہی سے تحقیقات کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ چنانچہ آج کل مختصر تدریس کی تدبیر دنیا کے بیشتر ممالک استعمال میں لا کر اپنے اساتذہ کی تربیتی مہارتوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔

ہمارے ہاں دساتیر کی بدولت ابھی تک ہم اساتذہ کے تربیتی اداروں میں نہیں اپنا سکے۔ لیکن اس کی افادیت کے پیش نظر اپنے دساتیر میں رہ کر اسے اپنانا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مائیکرو ٹیچنگ یا مختصر تدریس کی اہمیت :-

"مختصر تدریس" دراصل ایک تربیتی تصور ہے جو اساتذہ کی پیشہ ورانہ استعداد کو بڑھانے کیلئے تربیتی و تجدیدی کورسوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور جو زیر تربیت اساتذہ کو ایسا ماحول (SETTING) فراہم کرتا ہے، جس میں کمرہ جماعت کی صورتحال یا پیچیدگیاں اول تو ہوتی ہی نہیں ہوتیں یا بہت کم ہوتی ہیں کیونکہ یہاں طلبہ کی تعداد نہایت محدود اور تدریسی عرصہ (PERIOD) کم ہوتا ہے اس کے علاوہ تدریس میں مصروف زیر تربیت معلم کو مرتع ہی پر رہنمائی (FEED BACK) مل جاتی ہے اور بہتر رہنمائی کیلئے ایسی ہی فضا چاہیئے کہ :-

ا :- تدریس کا دورانیہ (PERIOD) مختصر ہو۔

ج :- تدریسی مواد (سبق یا مہارت جو سکھانا ہے) مختصر ہو۔

ح :- طلباء کی تعداد کم ہو۔

مائیکرو ٹیچنگ کیوں ؟

مختصر تدریس یا مائیکرو ٹیچنگ کئی طور پر تدریسی استعداد بڑھانے کی ایک تدبیر ہے جس کی درج ذیل خوبیاں بیان کی جا سکتی ہیں۔

اوّل :- مختصر تدریس ایک حقیقی طریقۂ تدریس ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ تدریس کی ایک خود ساختہ شکل معلوم ہوتی ہے۔ جس میں استاد اور طلبہ تجرباتی حالت میں کام کرتے دکھائی دیتے ہیں تاہم اس چھوٹی سی جماعت میں بھی تعلّم کا عمل ہوتا ہے اور پھر یہی تو سیکھنے کا تدریسی عمل ہے۔ کیونکہ اس میں معلّم تجربات کے ذریعے سیکھتا ہے۔

دوم :- مختصر تدریس کا مطمح نظر (Objective) کوئی خاص تدریسی مہارت ہوتی ہے۔ یہ مہارت سمعی، بصری معاونات کا استعمال ہو سکتی ہے۔ جس کا پیش کرنا یا ختم کرنا ہو سکتا ہے۔ سوالات پوچھنا اور جوابات قبول کرنا ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ مختصر تدریس ایک مکمّل سبق کے تدریسی عمل کا کوئی ایک حصّہ یا پھر اس حصّہ کا کوئی چھوٹا سا جزو بھی ہو سکتا ہے۔

سوم :- مختصر تدریس کے ذریعہ تدریسی عمل پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے وقت، طلباء، فیڈ بیک، رہنمائی، نگرانی اور کئی دوسری چیزوں کو گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس طرح مکمّل کنٹرول کی بدولت تربیتی پروگرام کو مؤثر اور مفید بنایا جا سکتا ہے۔

چہارم :- مختصر تدریس جس میں تدریس کے نتائج کے بارے میں وسیع معلومات بہم پہنچاتی ہے اور رہنمائی کے کثیر مواقع فراہم کرتی ہے۔ جونہی سبق ختم ہوتا ہے۔ استاد اور طالب علم بطور سپروائزر اور ٹرینی ریکارڈ کردہ فلم کو دیکھتے ہیں۔ سپروائزر ٹرینی کی کارکردگی کو بہتر بنانے کیلئے تنقید کرتا ہے۔ ٹرینی خود بھی اپنے سبق کی فلم دیکھ کر اپنی غلطیوں کو نوٹ کرتا ہے۔ دونوں جانب سے تاثرات کی نشاندہی (FEED BACK) کی صورت میں جلد ہی دوسرے سبق کا حصّہ بن جاتی ہے اور یہ تدریس

کا ہے اور اضلاع طریقہ تشریح کیا جاتا ہے۔

مختصر تدریس کا ڈھانچہ (PATTERN)

۱:۔ مختصر سبق (MICRO LESSON)

۲:۔ مختصر جماعت (MICRO CLASS)

۳:۔ مختصر تدریسی اجلاس (MICRO CLINICAL SESSIONS)

مختصر تدریس کا طریقۂ کار

استاد سپروائزر کی مدد سے پانچ منٹ کا سبق تیار کرتا ہے۔ جس میں اس نے کسی ایک تدریسی مہارت کی مشق کرنی ہوتی ہے۔ یہ مشق استاد ایک ہفتہ تک جاری رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کسی وضاحت کی ضرورت پڑے تو سپروائزر استاد کو وہ وضاحتیں مہیا کرتا ہے۔ ہفتہ کے آخری حصہ میں استاد دو تجرباتی اسباق (TRAIL LESSON) پڑھاتا ہے۔ یہ اسباق پانچ پانچ منٹ کے دورانیہ کے ہوتے ہیں۔ جس میں وہ ایک تدریسی مہارت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

کلاس روم میں طلباء کی تعداد پانچ ہوتی ہے اور سپروائزر ان اسباق کی تدریس کے دوران جماعت کے پیچھے بیٹھا رہتا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو سبق (VIDEO TAP) پر ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ جب ایک سبق پانچ منٹ کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو سپروائزر چار یا پانچ طلبہ کو جو کلاس میں بیٹھے ہوتے ہیں ایک جائزہ (RATING) فارم دے دیتا ہے اور ایک ریٹنگ فارم خود پُر کرتا ہے۔ چونکہ جائزہ فارم نہایت سادہ ہوتے ہیں اور طلبہ سے واقف ہوتے ہیں اس لئے ان کے پُر کرنے میں بمشکل ایک آدھ منٹ لگتا ہے۔ طلباء مذکورہ جائزہ فارم پُر کر کے سپروائزر کے حوالہ کر دیتے ہیں اور خود کمرۂ جماعت سے نکل جاتے ہیں۔ سپروائزر طلباء کے ریٹنگ فارم اور اپنے مشاہدہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ طلباء کو پڑھائے جانے والا تصور طلبہ کے کس حد تک واضح ہوا ہے۔ یہ فیصلہ استاد کی مخصوص تدریسی مہارت کی کامیابی یا ناکامی کے بارے میں ہوتا ہے۔

چند پنج منٹ ... سے باہر جا چکے ہوتے ہیں اور سپروائزر استاد کے پڑھانے کے ...
منٹ کے ... فیصلہ کر چکا ہوتا ہے تو مختصر تدریس کا "تنقیدی مرحلہ" شروع ہوتا ہے
جس میں ... سپروائزر اس مخصوص مہارت کو زیر بحث لاتے ہیں۔ اس مرحلہ کی بھی
باقاعدہ ... ہوتی ہے۔

... سبق میں کوئی کمی ... آدھ گھنٹہ ہوتا ہے سپروائزر استاد کو اسے دور کرنے کا مشورہ
دیتا ہے ... استاد کی ہدایت کے مطابق استاد اسے سبق کی تیار کردہ فلم دکھاتا ہے۔ دکھانے کا
دورانیہ ... کیونکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ استاد اپنے سبق کو تنقید کی روشنی میں بہتر بنا سکے۔
... تنقیدی مرحلہ ختم ہو جاتا ہے تو استاد کو مزید پندرہ منٹ دیئے
جاتے ہیں ... کہ وہ اس دوران سپروائزر کی ہدایات کو
سمجھ لے ... استاد اپنے سبق کو دوبارہ تیار کرتا ہے۔ اس دوران وہ بھی یہ
استاد ... ہوتا ہے ... دوبارہ تدریس کے وقت تربیتی استاد کے ساتھ مصروف
رہتا ہے

... استاد کا سبق دوبارہ تیار ہو جاتا ہے ... تو وہ اسی سبق کی دوبارہ تدریس کرتا
ہے۔ لیکن ... اس کے ہم جماعت طلبہ کی بجائے نئے چار، پانچ طلبہ ہوتے ہیں۔ یہ طلبہ بھی
اسی تعلیم ... ہوتے ہیں ... دوبارہ تدریس ختم ہو جاتی ہے تو یہاں بھی مذکورہ بالا طریقہ کار
(CYCLE) ...

ا ... سبق کی پینتالیس منٹ کا وقت مخصوص ہوتا ہے اور ہفتہ
میں ایک ... سبق ... (SEQUENCE) انجام دیتا ہے۔
اگر ... کوئی خاص مشکل پیش آ جائے تو سپروائزر اس کے لئے خصوصی
انتظامات ... (FEED BACK) کا وقت بڑھا سکتا ہے۔

مختصر ... مندرجہ ذیل چیزیں مختصر تدریس (MICRO TEACHING) کیلئے ضروری ہیں۔

۱:۔ مختصر تدریس کا کمرہ (MICRO TEACHING CLINIC)

۲:۔ وی ٹی آر (VIDIO TAP RECORDER)

۳:۔ تدریسی مہارتوں سے واقف اور رہنمائی کر سکنے والا سپروائزر۔

۴:۔ طلبہ کی مختصر جماعت۔

مختصر تدریس (مائیکرو ٹیچنگ) کا خاکہ سبق

نام متعلم _____

تاریخ _____

جماعت _____

تصور/عنوان _____

تدریسی مہارت _____

ارتقاء سبق _____

_____

_____

_____

نگران کی تنقیدی باتیں _____

_____

_____

_____

سبق کا نمونہ

نام متعلم : اکبر خان

جماعت : اوّل

عنوان : اطراف (داہنیں، بائیں، آگے اور پیچھے)

تدریسی تہائر : بچے اطراف (داہنیں، بائیں اور آگے پیچھے) میں تمیز کر سکیں۔

اقتباس : یہ سبق اردو کی پہلی کتاب" میں سے ہے اور بنیادی طور پر اس کا تعلق معاشرتی علوم سے ہے۔ اس لئے تمہیدی گفتگو کے ذریعہ اطراف کا تصور واضح کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ مزید کچھ چیزیں مثلاً کتاب، دوات، قلم وغیرہ رکھ کر بچوں سے پوچھا جائیگا کہ کتاب کہاں ہے؟ کتاب کے سامنے کیا ہے؟ قلم کے پاس کیا ہے؟ کتاب کے داہنی طرف کیا ہے؟ کسی بچے کو کھڑا کر کے پوچھا جائیگا کہ آپ کا داہاں ہاتھ کون سا ہے؟ آپ کا بایاں ہاتھ کون سا ہے؟ آپ کی داہنی طرف کون بیٹھا ہے؟ آپ کے آگے کون بیٹھا ہے۔ آپ کے پیچھے کون بیٹھا ہے۔

اس طرح مختلف مثالیں دیکر آگے پیچھے داہنیں اور بائیں کا تصور واضح کیا جائے گا۔

سبق کا نمونہ

نام معلمہ : سعدیہ

مضمون : معاشرتی علوم

جماعت : سوم

موضوع : خبر کے ذرائع

تدریسی مقصد: تار اور خط میں تمیز کر سکیں۔

انتقا وسبق :

خبر کے ذرائع پر گفتگو کی جائے گی کہ ہمیں اپنے ان عزیزوں کی خبریں جو دور دراز رہتے ہیں، کیسے ملتی ہیں۔ دو تین بچے سے ان کے عزیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ انہیں ان کی خیریت کیسے معلوم ہو جاتی ہے۔ خط کون لاتا ہے۔ خط پہنچنے میں کتنے دن لگتے ہیں۔ کوئی بیمار ہو اور جلدی اطلاع دینا ہو تو کیا کرتے ہیں۔ ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع دیتے ہیں۔ تار کے بارے میں مزید گفتگو کر کے یہ معلوم کرنے کی آسان اور سستا ذریعہ ہے۔ تار کا نمونہ بنایا جائے گا اور بتایا جائے گا یہ مختصر ترین پیغام ہوتا ہے۔

مضمون : ریاضی

جماعت : پنجم

مقصد

تدریسی ہدایات : طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ حجم کی مقامی میٹروں میں پیمائش کر سکیں یا کسی مائع شے کا حجم مقامی میٹروں میں بتا سکیں۔

انتقا وسبق :

معلم نے سب سے پہلے حجم کے تصور پر بات چیت کرے۔ اس کے استعمال کیے جانے والے پیمانے اور مقامی میٹروں کے نظام کا تعارف استعمال ہونے والا لفظ بھی طلبہ کو بتانا ہے۔ طلبہ کو اس مقامی میٹر

کیوب (CUB) بھی بتاتا ہے، سلنڈر پہ پیمائش کے لئے جو پیمانہ درج ہے اس سے بھی طلبہ کو روشناس کراتا ہے۔ ان تمام مشاغل کے لئے مختلف معاونات استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح سبق کو گفتگو کے ذریعے آگے بڑھاتا ہے۔

جب طلبہ حجم کی پیمائش کر لیں اور اسے صحیح طور پہ پڑھ سکیں تو پھر وہ پیمائش کو بورڈ پہ لکھیں مثلاً ۸۷ م وغیرہ۔

مضمون : ریاضی

جماعت : دوم

موضوع : سیٹ کے ارکان

تدریسی مہارت : بچے سیٹ کے ارکان کی تمیز کر سکیں۔

ارتقاء سبق : جماعت میں بچوں کی طرف اشارہ کر کے ایک بچے سے پوچھا جائیگا کہ اس جماعت میں کتنے لڑکے ہیں ؟ (پانچ)

یہ کتنے لڑکوں کا سیٹ ہے ؟ (پانچ کا)

پانچ لڑکوں کی جماعت کو دوسرا کیا نام دے سکتے ہیں؟ (سیٹ)

تصویر دکھا کر پوچھا جائیگا ؟

اس تصویر میں کتنے بچے ہیں ؟ (چھ)

یہ کتنے بچوں کا سیٹ ہے ؟ (چھ کا)

بستہ میں کتنا ہیں ٹوکری کہہ

اس بستہ میں کتنی کتابیں ہیں ؟ (چار)

یہ کتنی کتابوں کا سیٹ ہے ؟ (چار کا)

اس کے بعد مندرجہ بالا مثالوں کو دہرا کر ان کی مدد سے

ہر سیٹ کے ارکان الگ الگ کر کے پوچھے جائیں گے اور بچوں کو بتایا جائیگا کہ مختلف چیزوں کے اجتماع سے سیٹ بنتا ہے۔ اور اسکی ہر چیز سیٹ کا جزو ہے یا حصّہ ہے اس کو حساب میں رکن کہتے ہیں۔ اس طرح کئی مثالوں کے ذریعے رکن کا تصوّر واضح کیا جائیگا۔

طلبہ اور نگران کے لئے جائزہ (RATING) فارم کا نمونہ

۱:- کیا موضوع / تصوّر طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق تھا ؟	ہاں / نہیں
۲:- کیا تصوّر کو طلبہ کے لئے آسان بنایا گیا ؟	ہاں / نہیں
۳:- کیا مواد تدریس میں ربط تھا ؟	ہاں / نہیں
۴:- کیا دوران تدریس مشاغل کا انتظام کیا گیا ؟	ہاں / نہیں
۵:- کیا دوران تدریس طلبہ سے سوالات پوچھے گئے ؟	ہاں / نہیں
۶:- کیا یہ سوالات آسان اور بامقصد تھے ؟	ہاں / نہیں
۷:- کیا سبق میں سب طلبہ کو شریک کیا گیا ؟	ہاں / نہیں
۸:- کیا معلّم نے معاونات استعمال کیں ؟	ہاں / نہیں
۹:- کیا طلباء کو مصروف رکھنے کیلئے تجربہ کیا گیا ؟	ہاں / نہیں
۱۰:- کیا سبق کے دوران طلبہ کو نتیجہ اخذ کرنے میں مدد ملی ؟	ہاں / نہیں
۱۱:- کیا سب بچے مطلوبہ مہارت / تصوّر اخذ کرنے میں کامیاب ہوتے ؟	ہاں / نہیں
۱۲:- طلبہ کا تعاون باہمی درج ذیل میں سے کیسے تھا ؟	
ا۔ استاد اور گروپ میں	مثبت درمیانہ منفی
ب۔ استاد اور شاگرد کے درمیان (انفرادی)	مثبت درمیانہ منفی
ج۔ طلبہ کا ہم درس طلبہ کے درمیان	مثبت درمیانہ منفی

پرنٹڈ۔ منیجر گورنمنٹ پرنٹنگ اینڈ سٹیشنری ڈیپارٹمنٹ صوبہ سرحد
پشاور